فون: 0300-2292637/0303-6201396

نام کتاب	ناصر الاصول فی حدیث الرسول ﷺ
مصنف	حضرت علامہ مولانا ناصر الدین ناصر المدنی
پروف ریڈنگ	عبدالرضا محمد عاصم یٰسین العطاری المدنی
	محمد عمران عطاری بن محمد یوسف
کمپوزنگ	راشد یٰسین عطاری
گرافکس	شبیر احمد ﴿اسٹیل ٹاؤن کراچی﴾
باہتمام	امجد مدنی ﴿بفرزون﴾
ناشر	صدیقی پبلشرز کراچی
ہدیہ	روپے

ملنے کا پتہ

- ...... مکتبہ قادریہ یونیورسٹی روڑ پرانی سبزی منڈی کراچی
- ...... مکتبہ غوثیہ یونیورسٹی روڑ پرانی سبزی منڈی کراچی
- ...... مکتبۃ المدینہ حیدرآباد
- ...... مکتبۃ المدینہ نواب شاہ
- ...... مکتبۃ المدینہ بوہر گیٹ ملتان
- ...... مکتبہ برکات رضا بلمقابل کریسنٹ ماڈل ہائی سکول شیخوپورہ روڑ فیصل آباد

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرس

فہرست

فہرست

فہرست

اصطلاحاتِ اصول حدیث

حدیث :

لغوی تعریف : حدیث کے لغوی معنی جدید کے ہیں یعنی قدیم کی ضد۔

اصطلاحی تعریف : اور اصطلاحی تعریف یہ ہے۔ **ما اضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل او تقریر او صفة.**

(تدریب الراوی ، الکواکب الدراری)

(ترجمہ) وہ جس کی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کی جائے خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو یا تقریر یا صفت۔

محدثین نے صحابہ وتابعین کے اقوال، افعال اور تقاریر پر بھی اس کا اطلاق کیا ہے۔

خبر : اس کے اصطلاحی معنی پر تین قول ہیں۔

(۱) یہ حدیث کے مترادف ہے۔

(۲) حدیث وہ ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو اور خبر آپ ﷺ کے غیر سے نسبت رکھتی ہے۔

(۳) حدیث خاص ہے حضور اکرم ﷺ سے اور خبر عام ہے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے غیر سے۔ (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص۸)

اثر : یہ حدیث کے مترادف ہے یعنی اصطلاحی طور پر حدیث و اثر ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ صحابہ وتابعین کے اقوال و افعال کو اثر کہتے ہیں۔

سند : حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نزهة النظر میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ **الطریق الموصل الی المتن** یعنی متن تک پہنچنے کے طریق کو سند کہتے ہیں اصول حدیث میں سند بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اسکی اہمیت کا اندازہ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کیجیے وہ کہتے ہیں **الاسناد من الدین ولو لا الا سناد لقال من شاء و ما شاء**۔ (معرفة علوم الحدیث و مقدمة المسلم باب بیان الاسناد من الدین ج۱ ص۱۲ ، شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص۱۵۷)

متن: اس کے لغوی معنی بلند زمین، دور کرنا اور غالب ہونا ہے اور اصطلاحی معنی حافظ ابن حجر یوں بیان کرتے ہیں۔ **غایۃما ینتھی الیہ الاسناد من الکلام.**
(ترجمہ) وہ غایت جہاں پر کلام کی اسناد ختم ہو جائیں۔
اور علامہ طیبی علیہ الرحمۃ کے الفاظ یہ ہیں **فمتن الحدیث الفاظ التی تتقوم بھا المعانی**
(ترجمہ) حدیث کا متن وہ الفاظ ہیں جس کے ساتھ معانی متقوم ہوتے ہیں۔
مسلم شریف کی حدیث ہے۔ **حدثنا محمد بن المثنی و ابن بشّار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ قال سمعت قتادۃ یحدث عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین.** (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۹)
(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اسکے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
اس حدیث شریف میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک سند ہے اور باقی آگے کا حصہ اس کا متن ہے۔
محدث: محدث کی تعریف یوں کی گئی ہے **.ھو من یشتغل بعلم الحدیث روایۃ و درایۃو یطلع علی کثیر من الروایات و احوال رواتھا.**
(ترجمہ) محدث وہ ہوتا ہے جو روایت و درایت کے اعتبار سے علم حدیث میں مشغول ہو اور کثیر روایات اور ان کے راویوں کے احوال پر مطلع ہو۔
حافظ حدیث: متاخرین علماء ایک لاکھ حدیثیں یاد کرنے والے کو حافظ کہتے ہیں۔
(شرح نخبۃ الفکر لملا علی قاری ص ۱۲۱ و حاشیہ عبداللہ ٹو نکی ص ۱)
حجۃ: حجۃ کی تعریف یوں کی گئی وہ محدث جسے تین لاکھ احادیث مع اسناد یاد ہوں وہ حجۃ ہے۔(شرح نخبۃ الفکر لملا علی قاری ص ۱۲۱ و حاشیہ عبداللہ ٹو نکی ص ۱)
علم حدیث اور اس کی تعریف: حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کا قول ہے لفظ

حدیث لغوی اعتبار سے جدید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
المراد بالحدیث فی الشرع ما اضیف الی النبی ﷺ کانہ اریدبہ مقابلة القرآن لانہ قدیم . (مقدمہ عمدة القاری ج ۱ ص ۸، تدریب الراوی ص ۱۵)
(ترجمہ) شرع میں حدیث سے مراد وہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو گویا اس سے مراد قرآن کے مقابل ہے کیونکہ وہ قدیم ہے۔
علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن موسی عینی علیہ الرحمۃ علم حدیث کی تعریف یوں کرتے ہیں
هو علم یعرف به اقوال رسول الله ﷺ و افعاله و احواله
(عمدة القاری ج ۱ ص ۷)
(ترجمہ) (علم حدیث) وہ علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال و احوال جانے جاتے ہیں۔
علم اصول حدیث :هو علم یعرف به حال الراوی والمروی من حیث القبول والرد ۔(شرح نخبة الفکر لملا علی قاری ص ۱۵۵)
(ترجمہ) (علم اصول حدیث) وہ علم ہے جس میں راوی اور مروی کے احوال من حیث القبول والرد جانے جاتے ہیں۔
تدریب میں یوں بیان کیا گیا۔علم بقوانین یعرف بها احوال السند و المتن.
(تدریب الراوی ص ۱٤)
(ترجمہ) ایسے قواعد و اصول کا جاننا جسکے ذریعے سند و متن کے احوال جانے جائیں۔
علم اصول حدیث کا موضوع : تدریب میں علامہ کرمانی علیہ الرحمۃ کا قول شرح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔ واعلم ان الحدیث موضوعه ذات رسول الله ﷺ من حیث انه رسول الله ﷺ.(تدریب الراوی ص ۱٤)
(ترجمہ) جاننا چاہیے کہ علم الحدیث کا موضوع رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے اس حیثیت سے کے آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔
علامہ کافیجی اس قول پر کہ علم حدیث کا موضوع ذات رسول ﷺ ہے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ طب کا موضوع ہے حدیث کا نہیں۔(تدریب الراوی ص ٤

اس علم کا موضوع راوی اور روایت کا قبول ورد ہے

علم اصول حدیث کی غرض و غایت: اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ صحیح وحسن سقیم وشاذ وغیرہ میں تمیز ہو سکے۔

خبر متواتر: اصطلاحات کی بحث میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ خبر اور حدیث بالعموم مترادف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اس لئے اصول حدیث بیان کرتے ہوئے خبر کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

لغوی تعریف : مُتَواتر تَوَاتُر سے مشتق ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے عرب کہتے ہیں تواتر المطر (بارش متواتر ہوئی) یعنی بارش کا نزول لگاتار اور مسلسل ہوا۔

اصطلاحی تعریف : جسے ایک ایسی بڑی جماعت روایت کرے کہ عادۃً اتنی کثیر تعداد کا جھوٹ پر متفق وجمع ہونا محال ہو۔

خبر متواتر کی شرائط: حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں خبر متواتر کی شرائط یوں بیان کرتے ہیں۔

(۱) اس کی اسناد کثیر ہوں۔

(۲) راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ عادۃً ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

(۳) یہ کثرت سند کے تمام طبقوں میں موجود ہو۔

(۴) خبر کا تعلق حس سے ہو عقل سے نہ ہو۔

(۵) مفید علم یقینی ہو۔ (نخبۃ الفکر مع شرح نزھۃ النظر ص ۱۱، ۱۲)

کثرت رواۃ: خبر کو کثیر تعداد روایت کرے۔ کم از کم کتنے افراد ہوں کہ کثرت کہا جائے؟ اس میں کئی اقوال ہیں مثلاً (۱) بعض علماء نے آیت قرآنی۔

لَوْ لَا جَاءُ وْا عَلَيْهِ بِا رْبَعَةِ شُهَدَاءَ (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۱۳)

(ترجمہ) اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے

سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ کم از کم چار راویوں کی روایت کو متواتر کہتے ہیں۔

(۲) بعض علماء نے شہادت لعان پر قیاس کرتے ہوئے پانچ کی تعداد بیان کی۔

(۳) بعض نے کہا کم از کم دس ہوں کہ کثرت کا اطلاق دس پر ہوتا ہے۔

(۴) بعض نے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۔ (پارہ ٦ سورۃ المائدۃ آیت ۱۲)

(ترجمہ) اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے۔ سے استدلال کرتے ہوئے بارہ کی تعداد مقرر کی۔

(۵) بعض نے کہا کم از کم بیس ہوں۔

اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ.

(پارہ ۱۰ سورۃ الانفال آیت ٦٥)

(ترجمہ) اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے دو سو پر غالب ہوں گے

اس آیت سے استدلال کرتے ہو کہا کہ مسلمانوں کے غلبے کی تعداد بیس بیان کی گئی ہے۔

(٦) کم از کم چالیس ہوں قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے استنباط کرتے ہوئے کہ آیت میں جن مومنین کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی تعداد چالیس تھی۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ .

(پارہ ۱۰ سورۃ الانفال آیت ٦٤)

(ترجمہ) اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔

(۷) بعض نے کہا کہ راویوں کی تعداد ستر (۷۰) ہونی چاہیے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ستر (۷۰) آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ رَجُلاً لِمِیْقَاتِنَا.

(پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۵)

(ترجمہ) اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے لیے چنے۔

(۸) بعض لوگوں نے اہل بدر کی تعداد پر قیاس کرتے ہوئے تین سو تیرہ (۳۱۳) کا عدد تجویز کیا ہے۔ (شرح نخبة الفكر لملاعلی قاری ص ١٦٤، ١٦٥)

مذکورہ دلائل اگرچہ قرآن سے ماخوذ و مستنبط ہیں پھر بھی خبر متواتر کے لئے ان کو حتمی دلیل بنانا صحیح نہیں کیونکہ یہ قرآنی آیات کسی خاص واقعہ سے متعلق ہیں بلکہ جو تعداد بھی مفید علم یقینی ہو وہ کافی ہے۔

حافظ ابن حجر" نزهة النظر "میں فرماتے ہیں لا معنى لتعين العدد على الصحيح

(ترجمہ) درست رائے کے مطابق تعداد کا تعین بے معنی ہے۔

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ١٠)

خبر کا تعلق امر محسوس سے ہو : راوی نے جس خبر کو بیان کر دیا ہو وہ حواس ظاہرہ سے متعلق ہو مثلاً یہ کہ راوی کہے میں نے دیکھا میں نے سنا جیسے راوی کہے۔
رأيت رسو ل الله فعل كذا او سمعت رسو ل ا لله ﷺ قال كذا
وہ خبر جس کا تعلق عقل سے ہو متواتر نہیں بن سکتی کیونکہ جس خبر کا تعلق عقل سے ہو اور اس کے بارے میں سمجھنے کی ضرورت ہو تو ہم یہ بات جانتے ہیں کہ مختلف لوگوں میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں جبکہ دیکھنے اور سننے میں ایسا کم ہوتا ہے۔

متواتر کا حکم : خبر متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے علم یقینی وہ علم ہوتا ہے کہ جس کی پختہ و جازم تصدیق کرنے پر انسان مجبور اور لاچار ہوتا ہے جیسے وہ خود معاملے کا مشاہدہ کر رہا ہو۔

کثرت ہر طبقہ میں : خبر متواتر کے لئے ضروری ہے کہ اس کو کثیر تعداد روایت کرے اور یہ کثرت ہر طبقہ میں ہو یعنی ہر طبقہ میں راویوں کی اتنی تعداد ہو کہ جسکا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

خبر متواتر کی اقسام : (ا) متواتر لفظی (۲) متواتر معنوی

(ا) **متواتر لفظی** : متواتر لفظی وہ خبر ہے جسے رواۃ کی پوری جماعت یکساں الفاظ میں پیش کرے۔

مثال : **من كذ ب علي متعمدا فليتبو أمقعده من النا ر.**
(بخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ ج ١ ص ٢١ ،الموضوعات الكبر ی للقاری ص ١٢ ،تا ٢٨ ،مستدرك الحاكم ج ١ ص ٧٧ ،ج ٣ ص ٦٢، ٤٠١ ،مشكوٰة ص ٣٥)
(ترجمہ) جس نے عمداً میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۲) **متواتر معنوی** : متواتر معنوی وہ ہے جس کے معنی تواتر سے ثابت ہوں مگر لفظی مطابقت نہ پائی جاتی ہو۔ مثال: جیسے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی حدیث وغیرہ۔

خبر احاد:

لغوی تعریف : احاد، احد کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ایک۔ خبر متواتر کے سوا باقی تمام

روایات کواخبار احاد کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں۔**ھو ما لم یجمع شروط المتواتر.**

(شرح نزھة النظر مع نخبة الفكر ص ٢١)

(ترجمہ) جس میں متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں (وہ خبر واحد ہے)

خبر احاد کی قسمیں : خبر احاد کی سندوں کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

(۱) خبر مشہور یا مستفیض (۲) خبر عزیز (۳) خبر غریب

خبر مشہور:

لغوی تعریف : مَشْھُوْر اسم مفعول کا صیغہ ہے شَھَرْتُ الْاَمْرَ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں میں نے اس کا اعلان کیا۔حدیث کی اس قسم کو مشہور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عام اور ظاہر ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف : علامہ ابن حجر عسقلانی ''نزھة النظر'' میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

ما رواہ فی کل طبقة ثلاثة او اکثر و لم یبلغ حد التواتر

(ترجمہ) حدیث مشہور وہ ہے جس کو ہر طبقہ میں تین یا تین سے زیادہ روایت کریں مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچے۔

مستفیض:

لغوی تعریف :مُسْتَفِیْض اِسْتِفَاضَ سے اسم فاعل ہے۔ فَاضَ الْمَاءُ کے معنی ہیں پانی بہنا۔لھٰذا جو کثرت سے بیان کی جائے وہ مستفیض کہلاتی ہے۔

اصطلاحی تعریف: اس کی تعریف میں تین مختلف اقوال ہیں۔

(۱) مشہور اور مستفیض ایک ہی قسم کا نام ہے۔

(۲) مستفیض وہ ہے جس میں رواۃ کا سلسلہ ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو بخلاف مشہور کے کہ اس میں ایسا نہیں۔

(۳) مشہور وہ ہے جس کی سند کی دونوں اطراف برابر ہوں (یعنی دوسرے قول کے برعکس)

خبر عزیز:

لغوی تعریف: عزیز صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور یہ عَزَّ یَعِزُّ سے مشتق ہے قلیل اور نادر کے معنی میں یا یہ عَزَّ یَعَزُّ یعنی مضارع مفتوح العین سے مشتق ہے جس کے معنی قوی ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: وہ حدیث جس کی سند کے تمام طبقوں میں سے کسی طبقے میں بھی دو سے کم راوی نہ ہوں۔ لیکن اگر سند کے بعض طبقوں میں تین یا زائد راوی پائے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اعتبار ہمیشہ سند کے طبقوں میں سے کم راویوں کا ہوتا ہے۔

مثال: اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

" ان رسول الله ﷺ قال : لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین . (بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان ج ۱ ص ۷)

(ترجمہ) رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کے میں اس کے لئے اس کے والد، بیٹے اور تمام انسانوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

غریب:

لغوی تعریف: غَرِیْب صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی منفرد، اکیلا، گھر و اقارب سے دور ہونے کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاحاً غریب وہ ہے جس کی روایت میں کسی مقام پر راوی منفرد ہو گیا ہو حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

هو ما یتفرد بروایة شخص واحد.

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص ۲۱)

(ترجمہ) وہ حدیث جو ایک شخص کی روایت کیساتھ منفرد ہو .

غریب کی اقسام: غرابت کی جگہ کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔

(۱) غریب مطلق (۲) غریب نسبی

غریب کا دوسرا نام فرد: بہت سے علماء نے غریب پر ایک اور نام "فرد" کا اطلاق کیا ہے مگر محدثین عام طور پر فرد کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر کبھی اس کے خلاف بھی

کرتے ہیں۔

غریب مطلق : اگر تفرد اصل سند میں ہو یعنی صحابی سے روایت کرنے والا ایک ہو تو اسے فرد مطلق کہتے ہیں یعنی طبقہ تابعین میں غرابت ہو اور صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرتے ہوں جیسے حدیث شریف۔ **الو لاء لحمة كلحمة النسب لا يباع ولا يوهب ولا يورث.**

(ترجمہ) ولاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح وہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ تحفہ دی جاسکتی ہے نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے۔

اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صرف عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ مشہور تابعی روایت کرتے ہیں پس یہ حدیث "فرد مطلق" ہے۔

فرد نسبی : اگر تفرد سند کے درمیان ہو یعنی وہ حدیث جس کی سند کے شروع میں تو غرابت نہ ہو البتہ وسط سند یا آخر سند میں غرابت ہو تو اسے فرد نسبی کہتے ہیں۔

قوت و ضعف کے اعتبار سے خبر احاد کی تقسیم

نزهة النظر " شرح نخبة الفكر میں خبر احاد کی قوت وضعف کے اعتبار سے دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) مقبول (۲) مردود

(۱) **مقبول** : وہ خبر ہے جس کی خبر دینے والے کا صدق راجح وغالب ہو یا جس کے راویوں کا صدق ان کے کذب پر راجح وغالب قرار دیا گیا ہو۔

(۲) **مردود** : وہ خبر جس کے خبر دینے والے کے صدق کو غالب وراجح نہ کہا گیا ہو یعنی وہ خبر جو علم یقینی کا فائدہ نہ دے۔ (نخبة الفكر مع شرح نزهة النظر ص ۲۱، ۲۲، ۲۳)

خبر مقبول کی قسمیں : حافظ ابن حجر عسقلانی نے خبر مقبول کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ

(۱) **صحیح لذاتہ** : حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے۔

و خبر الاحاد بنقل عدل تام الضبط ، متصل السند غير معلل ولا شاذ هو الصحيح لذاته.

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص ۳۰، ۳۱)

(ترجمہ) اور خبر واحد جب عادل اور کامل الضبط راویوں سے مروی ہو اس کی سند متصل ہو اور معلل وشاذ ہونے سے محفوظ ہو تو وہ صحیح لذاتہ ہوگی۔

محدثین نے اُن تمام صفات کی وضاحت کی ہے جو صحیح حدیث کے لئے ضروری ہیں وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں۔

عدالت: حافظ ابن حجر نے جو تعریف بیان کی ہے اس کی پہلی شرط راویوں کا عادل ہونا ہے انہوں نے عدل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا۔ **والمراد بالعدل: من له ملكة تحمله على ملا زمة التقوى و المر وۃ .**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص ۳۲)

(ترجمہ) عدالت سے مراد وہ قوت راسخہ ہے جو انسان کو تقویٰ اور مروت کے التزام پر آمادہ کرتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تقوی اور مروۃ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **والمراد بالتقوى اجتنا ب الاعمال السيئة من الشرك او الفسق والبدعة. والمراد بالمروة التنز ة عن بعض الخسائس والنقائص التى هى خلاف مقتضى الهمة و المروّة مثل بعض المباحات الدنية كالاكل و الشرب فى السوق و البول فى الطريق و امثال ذلک.**

(مقدمة الشيخ المحقق عليه الرحمة مع مشکوٰة ص ۵)

(ترجمہ) اور تقوی سے مراد شرک، فسق اور بدعات جیسے برے اعمال سے بچنا ہے۔ اور مروت سے مراد ان بعض خسیس اور چھوٹی باتوں سے بچنا ہے جو مباح تو ہیں مگر ہمت اور مروت (مردانگی) کے خلاف ہیں۔ مثلاً بعض خس مباحات جیسے بازار میں کھانا پینا اور رستے میں پیشاب کرنا اور اس کی مثل دوسری اشیاء۔

ضبط: دوسری شرط راوی کا کامل الضبط ہونا۔

ضبط کے لغوی معنیٰ : مکمل محفوظ کرنے کی صلاحیت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس میں ''تام'' کی شرط لگائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ضبط اعلیٰ درجہ کا ہے۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضبط صدر (۲) ضبط کتاب

(۱) **ضبط صدر:** اتنی اچھی طرح یاد کر لینا کہ بغیر کسی جھجک کے بیان کر سکے اور اسے بیان کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ ضبط صدر کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ **وهو ان يثبت ما سمعه بحيث يتمكن من استحضاره متى شاء**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) ضبط قلبی سے مراد یہ ہے کہ راوی نے جو کچھ سنا ہے اس قدر راسخ ہو جائے کہ وہ جب چاہے اسے ادا کر دے۔

(۲) **ضبط کتاب** : اتنی اچھی طرح لکھ رکھنا اور لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ ضبط کتاب کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں۔ **وهو صيانته لديه منذ سمع فيه و صححه الى ان يودى منه.** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) ضبط کتاب سے مراد راوی کا سننا اور درست کرنے کے بعد اپنے پاس محفوظ رکھنا یہاں تک کہ دوسرے راوی تک پہنچا دے۔

اتصال سند : حافظ ابن حجر "نزهة النظر" میں اتصال سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔ **والمتصل ما سلم اسناده من سقوط فيه بحيث يكون كل من رجاله ذلك المروى من شيخه.** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) اتصال سند سے مراد وہ سلسلہ رواۃ ہے جس میں کوئی راوی ساقط نہ ہو اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے سنا ہو۔

غیر معلل: یعنی اس حدیث میں کوئی علت خفیہ قادحہ نہ ہو جس کی وجہ سے حدیث کی صحت پر برا اثر پڑے جیسے مرسل کو متصل بیان کر دینا۔

حافظ ابن حجر اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

لغوی تعریف : **والمعلل لغة ما فيه علة .**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) معلل کے لغوی معنی اس چیز کے ہیں جس میں بیماری ہو۔

اصطلاحی تعریف : **واصطلاحا ما فيه علة خفية قادحة .**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۲)

(ترجمہ) اور اصطلاحاً معلل وہ ہے جس میں کوئی علت خفیہ قادحہ ہو۔
حدیث معلل اور علل قادحہ کے بارے میں تفصیلاً آگے بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ عزوجل۔

شاذ: حافظ ابن حجر نے شاذ کی تعریف یوں بیان کی ہے۔ **والشاذ: لغة الفرد و اصطلاحا ما يخالف فيه الراوى من هو ارجح منه.**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳۳)

(ترجمہ) اور شاذ کے لغوی معنی تنہا کے ہیں اور اصطلاح میں شاذ سے مراد راوی کا اپنے سے زیادہ ثقہ اور ارجح راوی کی مخالفت کرنا۔

اصح الاسانید: صحیح لذاتہ میں تفاوت اور اوصاف کے لحاظ سے رتبے ہیں چنانچہ وہ روایت جو عدالت، ضبط اور دیگر صفات راجحہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہوگی وہ اصح شمار ہوگی بہ نسبت اس حدیث کے جو ان اوصاف کے لحاظ سے کم رتبہ کی ہے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے "نزهة النظر" میں اصح الاسانید میں سے تین کا ذکر کیا ہے۔

(۱) الزهرى عن سالم بن عبدالله بن عمر عن ابيه

(۲) محمد بن سيرين عن عبيدة بن عمر و عن على

(۳) ابراهيم النخعى عن علقمة عن ابن مسعود

اس سے کم رتبے کی اسناد میں ابن حجر مندرجہ ذیل سندوں کو پیش کرتے ہیں

(۱) بزيد بن عبدالله ابن ابى بردة عن جده عن ابيه ابى موسىٰ

(۲) حماد بن سلمة عن ثابت عن انس

مزید اس سے بھی کم درجہ کی اسناد یہ ہیں

(۱) سهيل بن ابى صالح عن ابيه عن ابى هريره

(۲) علاء بن عبدالرحمن عن ابيه عن ابى هريره

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۳٤)

یہ تمام اسناد صحیح لذاتہ کی تمام صفات یعنی عدالت وضبط وغیرہ رکھتی ہیں مگر ان میں سے ہر ایک ایسی ترجیحی اوصاف کی حامل ہے جو مقدم الذکر کو مؤخر الذکر سے اصح قرار دینے کی وجہ بنتی ہے۔ چنانچہ اول درجہ کی روایات دوسرے پر اور دوسرے کی تیسرے پر مقدم سمجھی جائیں گی۔

صحیح پہلی کتاب: صحیح احادیث کی سب سے پہلی کتاب صحیح بخاری لکھی گئی ہے پھر صحیح مسلم لکھی گئی۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی رضی اللہ عنہ "تدریب الراوی" میں بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم بن معقل النسفی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے۔

قال: کنا عند اسحاق بن راھویہ فقال: لو جمعتم کتابا مختصرا لصحیح سنۃ النبی ﷺ قال: فوقع ذلک فی قلبی، فاخذت فی جمع الجامع الصحیح۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص۴۹)

(ترجمہ) ہم اسحٰق بن راھویہ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا "کاش تم نبی (ﷺ) کی صحیح سنت پر ایک مختصر کتاب مرتب کرتے" امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میں نے الجامع الصحیح کو مرتب کرنے کا کام شروع کیا۔

ان ہی سے یہ بات مروی ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ میں ان کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اور میں ان سے مکھیاں ہٹا رہا ہوں میں نے کسی تعبیر بتانے والے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ کو ہٹاؤ گے یہ واقعہ ہے جس نے الجامع الصحیح کی تخریج پر آمادہ کیا امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سے زیادہ برسوں میں اسے تالیف کیا۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص۴۹)

کیا بخاری ومسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ واستیعاب کیا ہے؟

امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما نے اپنی کتابوں میں صحیح احادیث لانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن نہ اس بات کا دعویٰ شیخین نے کیا کہ تمام صحیح حدیثیں ہماری کتاب میں موجود ہیں اور نہ ہی کوئی اور اس بات کا دعویٰ کرتا ہے خود امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب الجامع میں صرف صحیح احادیث جمع کی ہیں اور طوالت کی وجہ سے میں نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں مزید فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لاکھ صحیح اور دولاکھ غیر صحیح احادیث یاد اور محفوظ کی ہیں جب کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بخاری شریف میں سات ہزار دو سو پچھتر (۷،۲۷۵) احادیث نقل کیں ہیں۔ (فتاوی عزیزی ج۲ ص ۵۱، ۵۲)

تو پتہ چلا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کئی صحیح احادیث بیان نہ کیں لہذا آج جو لوگ علم کی کمی کی وجہ سے صرف بخاری سے حدیث لانے کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے اس دعویٰ کو خود امام

بخاری رضی اللہ عنہ قبول نہیں کرتے۔
امام مسلم بھی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیحین میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔
حافظ ابن صلاح علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔ حافظ ابوعبداللہ بن افرم نے کہا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور امام مسلم سے جو احادیث رہ گئی ان کی تعداد بہت کم ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں یہ متروکہ احادیث کم نہیں ہیں کیونکہ امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کی مستدرك علی الصحیحین بہت بڑی (ضخیم) کتاب ہے اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے جو امام بخاری اور امام مسلم رضی اللہ عنہما کی شرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ حافظ ابن صلاح کی رائے سے بھی ہم کو پتہ چلا کہ صحیح احادیث دیگر کتب میں بھی موجود ہیں اس لئے صرف بخاری یا بخاری و مسلم سے دلیل مانگنا کم علمی کی دلیل ہے آیئے اس بارے میں ابن کثیر رضی اللہ عنہ کا موقف پڑھیں۔
صحیح کی تخریج میں بکثرت کتابیں ہیں جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابوعوانہ، صحیح ابوبکر اسماعیلی اور برقانی اور ابونعیم اصبہانی کی اور دوسری کتابیں جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اسی طرح مسند امام احمد میں بکثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور مسند ابویعلیٰ اور مسند بزاز میں اور دیگر مسانید معاجم، فوائد اور اجزاء میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو جیسا کہ علامہ نووی کی تحقیق ہے اور حافظ ابن صلاح کا اس میں اختلاف ہے۔

بخاری و مسلم کا موازنہ : صحیحین کی مقبولیت ایک متفق علیہ مسئلہ ہے لیکن ان دونوں کتابوں کے مرتبہ پر کچھ اختلاف بھی موجود ہے۔ بعض مشائخ صحیح مسلم کو اولین درجہ دیتے ہیں ابوعلی النیشاپوری کا قول نزھۃ النظر میں منقول ہے۔

ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم . (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ۳۵، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۴۹)

(ترجمہ) آسمانوں کے نیچے صحیح مسلم سے زیادہ کوئی صحیح کتاب نہیں۔

حافظ ابن حجر "نزھة النظر" اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ فلم یصرح بکونہ اصح من صحیح البخاری لان انما نفی وجو د کتاب اصح من کتا ب مسلم اذا المنفی انما ھو ما تقتضیہ صیغۃ افعل من زیادۃ صحۃ فی کتاب شارک کتاب مسلم فی الصحۃ یمتاز بتلک الز یادۃ علیہ و لم ینف المساواۃ. (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ۳۶)

(ترجمہ) انہوں نے اس بات کی تصریح نہیں کی کہ مسلم کی کتاب صحیح البخاری سے اصح ہے اس لئے کہ انہوں نے ایسی کتاب کے موجود ہونے کی نفی کی ہے جو مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح ہو صیغہ افعل التفضیل کا تقاضہ کرتا ہے جو زائد مفہوم اس سے مستفاد ہوتا ہے اس کی نفی ہو جائے اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحیح مسلم سے زیادہ صحیح نہیں باقی نفی صحت میں اگر کوئی کتاب اس کے مساوی ہو تو یہ عبارت اس کے منافی نہیں ہوگی۔

بعض علماء مغرب کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن عسقلانی حجر فرماتے ہیں۔ و کذا لک ما نقل عن بعض المغاربۃ انہ فضل صحیح مسلم علی صحیح البخاری فذلک فیما یرجع الی حسن السیاق و جودۃ الوضع و الترتیب و لم یفصح احد منھم بان ذلک راجع الی الاصحیۃ.

(شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ۳۶)

(ترجمہ) اس طرح بعض علماء مغرب سے منقول ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے لیکن فضیلت ان امور کی بنا پر ہے جن کا تعلق سیاق اور وضع و ترتیب کی عمدگی سے ہے کسی نے بھی وضاحت سے یہ نہیں کہا کہ یہ فضیلت اصح ہونے کی وجہ سے ہے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحت کے لحاظ سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی کتاب امام مسلم کی کتاب سے افضل ہے کیونکہ جن صفات و شرائط پر صحت کا مدار ہے وہ صحیح مسلم کے بجائے صحیح بخاری میں زیادہ قوی اور اتم ہیں۔

(شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ۳۶)

اسی لئے صحیح بخاری کے لئے یہ مقولہ زبان زد عام ہے۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری الجامع الصحیح للبخاری

(ترجمہ) کتاب اللہ عزوجل کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری کی الجامع الصحیح ہے۔

صفات کے لحاظ سے بخاری و مسلم شریف کا موازنہ

اتصال سند : اتصال سند کے اعتبار سے بخاری کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک راوی کا مروی عنہ سے کم از کم ایک مرتبہ ملنا ضروری ہے بخلاف امام مسلم کہ ان کے نزدیک معاصرت کافی ہے۔

عدالت و ضبط رواۃ : عدالت وضبط رواۃ کے لحاظ سے بھی صحیح بخاری کے رواۃ کو صحیح مسلم کے رواۃ پر فضیلت حاصل ہے امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ایسے رجال کی تعداد مقابلۃ کم ہے جن پر جرح وطعن کی گنجائش ہے بخاری کے منفرد رجال کی تعداد چار سو پینتیس (۴۳۵) ہے اور جن کے ضعف کے بارے میں کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد اسی (۸۰) ہے۔ (تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۵۲)

اس کے برعکس مسلم کے منفرد رجال کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے اور جن رجال کے ضعف کے بارے میں کلام کیا گیا ہے ان کی تعداد ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے حدیث کی تخریج کرنا جن پر کلام نہیں کیا گیا ہے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت ان کے جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۵۲)

عدم شذوذ وعدم تعلل : عدم شذوذ وعدم تعلل کی بنیاد پر بھی بخاری کو مسلم پر فضیلت حاصل ہے امام بخاری کی احادیث پر امام مسلم کی احادیث کے مقابلے میں نسبتاً کم تنقید کی گئی ہے۔ صحیحین کی دو سو دس (۲۱۰) احادیث پر تنقید کی گئی ہے جن میں اٹھتر (۷۸) صرف بخاری میں ہیں اور (۱۰۰) سو مسلم میں ہیں جبکہ باقی دونوں میں مشترک ہیں

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۵۲)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ **ھذا مع اتفاق العلماء علی ان البخاری کان اجل من مسلم فی العلوم و اعرف منه بصناعة الحدیث و ان مسلما تلمیذہ و خریجه و لم یزل یستفید منه و یتبع آثارہ حتی قال الدار قطنی "لو لا البخاری لما راح مسلم و لا جاء"**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص۳۸)

(ترجمہ) اس کے ساتھ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ علوم میں بخاری کا درجہ مسلم سے زیادہ تھا اور بخاری فن حدیث میں مسلم سے زیادہ عارف تھے اور یہ کہ مسلم تو ان کے شاگرد اور تخریج کرنے والے تھے وہ ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے آثار کی پیروی کرتے رہے حتی کے امام دار قطنی نے کہا "اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم اس مقام پر نہ ہوتے

حدیث حسن لذاتہ:

لغوی تعریف : حَسَنٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی جمال اور خوبصورتی کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف : حدیث حسن کی تعریف میں اختلاف ہے ہم یہاں بھی حافظ ابن حجر کی تعریف جو کہ مختار ہے نقل کرتے ہیں۔ **فان خف الضبط مع بقية الشروط المتقدمة فی حد الصحيح فهو الحسن لذاته لا لشئی خارج.**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص ۴۰، ۴۱)

(ترجمہ) اگر ضبط ناقص ہو لیکن صحیح کی تعریف میں بیان کردہ جملہ شرائط موجود ہوں تو وہ حسن لذاتہ ہو۔

صحیح لغیرہ:

حدیث صحیح لغیرہ میں صحیح کی اعلیٰ صفات نہیں ہوتیں جبکہ ان کی کمی دیگر اسناد سے پوری ہو جاتی ہے تو اس تقویت کی وجہ سے صحیح لغیرہ کہلاتی ہے حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ **ان وجد ما يجبر ذلک القصور ککثرة الطرق فهو الصحيح لكن لا لذاته و حيث لا جبران فهو الحسن لذاته.**

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص ۳۱)

(ترجمہ) اگر ان صفات کی کمی کثرت طرق سے پوری ہوگئی تو وہ صحیح لغیرہ ہوگی اور اگر کمی پوری نہ ہو تو وہ حسن لذاتہ ہوگی۔

حدیث حسن لغیرہ:

حدیث حسن لغیرہ دراصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو حافظ ابن حجر اس کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ **وهو الذی يكون حسنه بسبب**

الا عتضاد نحو حديث المستور اذا تعددت طرقه.

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٤١)

(ترجمہ) حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جسکا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلا مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔

ایک جگہ مزید لکھتے ہیں۔ **وان قامت قرينة ترجح جانب قبول ما يتوقف فيه فهو الحسن ايضا لكن لا لذاته.** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٣١)

(ترجمہ) اور اگر متوقف فیہ حدیث کی قبولیت پر کوئی قرینہ قائم ہو جائے تو وہ حدیث بھی حسن ہوگی لیکن لذاتہ نہیں (بلکہ لغیرہ ہوگی)

حجیت حدیث حسن : حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ شرح نخبة الفكر میں حسن لذاتہ کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ **وهذا القسم من الحسن مشارک للصحيح في الاحتجاج به وان كان دونه ومشابه له في انقسامه الى مراتب بعضها فوق بعض.** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٤١)

(ترجمہ) اور حسن کی یہ قسم حجت ہونے کے لحاظ سے صحیح سے اشتراک رکھتی ہے گو رتبہ میں اس سے کم ہے اور مراتب کی کمی بیشی میں منقسم ہونے کے اعتبار سے اس کے مشابہ ہے۔

امام نووی رضی اللہ عنہ "التقریب" میں حدیث حسن کی حجیت پر لکھتے ہیں۔ **ثم الحسن كالصحيح في الاحتجاج به وان كان دونه بالقوة ولهذا أدرجته طائفة في نوع الصحيح.** (التقریب النواوی مع شرحہ تدریب الراوی ص ٩٨، ٩٩)

(ترجمہ) پھر حدیث حسن حجت ہونے کے اعتبار سے صحیح کی مانند ہے گو اس سے کم درجہ قوی ہے اس لئے کچھ لوگوں نے اسے صحیح کی قسم میں شامل کیا ہے۔

خبر مقبول کی تقسیم:

احادیث میں باہمی تعارض کے اعتبار سے حدیث مقبول کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) محکم (۲) مختلف (۳) ناسخ (۴) منسوخ (۴) متوقف فیہ

محکم الحدیث:

لغوی تعریف : یہ اَحْكَمَ باب افعال سے مفعول کا صیغہ ہے جو اَتْقَنَ کے معنی میں ہے جس کا معنی ہے پختہ کرنا محکم یعنی پختہ کیا ہوا۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ان سلم من المعارضة ای لم یات خبر یضاده فهو المحکم. (شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص٥٥)
(ترجمہ) اگر سلامت رہے معارضہ سے یعنی اس کی مخالف خبر نہ آئے تو وہ محکم ہے۔

مختلف الحدیث : یہ وہ مقبول متعارض حدیثیں ہیں جس میں ظاہری طور پر تعارض ہو لیکن علماء تعارض دور کر دیں تو وہ مختلف الحدیث کہلاتی ہے حافظ ابن حجر اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔فان امکن الجمع فهو النوع المسمی بمختلف الحدیث.
(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص٥٥،٥٦)
(ترجمہ) اگر جمع ممکن ہو تو اس نوع کو مختلف الحدیث کہا جائے گا۔

اس کی مثال بخاری کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔اخبرنا ابو حصین عن ابی صالح عن ابی هریره عن النبی ﷺ قال لا عدوی و لا طیرة .(بخاری کتاب الطب باب الطیر ج ٢ ص٨٥٦ ، مسلم کتاب السلام باب الطیرة والفال ومایکون فیه الشوم ج٢ ص٢٣١)
(ترجمہ) ہم سے ابو حصین نے اور ان سے ابو صالح نے اور انھوں نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ سے بیان کیا کہ فرمایا نبی (ﷺ) نے چھوت چھات اور بد شگونی کی کوئی حیثیت نہیں۔
اور بخاری شریف کی دوسری حدیث میں ہے :فرّ من المجذوم فرا رک من الاسد. (بخاری کتاب باب الجذام ج ٢ ص ٨٥٠)
(ترجمہ) جزامی سے بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔
بظاہر یہ متعارض نظر آرہی ہیں لیکن اصلاً ان میں کوئی تعارض نہیں۔(تفصیلات کے لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ"الحق المجتلی فی حکم المبتلی(فتاوی رضویه قدیم ج ١٠ حصه اول ص ٢٤١، جدید ج ٢٤ ص ٢١٥) دیکھئے مختصر یہ کہ حقیقۃً تو کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی نے جزامی سے میل جول رکھا اور بتقدیر الٰہی اسے بھی جزام ہو گیا تو اسے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب جزامی کا اختلاط ہے اور یہ نظریہ فاسد ہے اس لئے سد ذریعہ کے طور پر حضور اکرم (ﷺ) نے جزامی سے بھاگنے کا حکم فرمایا۔

ناسخ و منسوخ :

تعریف : جب دو مقبول حدیثوں میں تطبیق ممکن ہو تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں اور جب دونوں میں تطبیق ممکن نہ ہو مگر تاریخ یا نص سے ایک کا تقدم اور دوسری کا تاخر ثابت ہو تو متاخر کو ناسخ اور متقدم کو منسوخ کہا جائے گا حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔
و ان لم یمکن الجمع فلا یخلو ا ما ان یعرف التاریخ او لا فان عرف و ثبت المتاخر به او با صر ح منه فهو الناسخ والآخر المنسوخ.
(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٥٧)
(ترجمہ) اگر دو حدیثوں میں تطبیق ممکن نہ ہو تو پھر دو صورتوں میں سے ایک ہو گی یا تو تاریخ کا پتہ ہو گا یا تاریخ معلوم نہ ہو گی اگر تاریخ معلوم ہو اور ایک کا دوسرے سے متاخر ہونا ثابت ہو جائے یا ایک زیادہ صریح ہو تو متاخر تو زیادہ صریح ناسخ ہو گی اور مقدم غیر صریح منسوخ۔
حافظ ابن حجر نے نسخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا۔ **و النسخ رفع تعلق حکم شرعی بدلیل شرعی متاخر عنه۔** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٥٨)
(ترجمہ) ایک حکم شرعی کے تعلق کو متاخر شرعی دلیل سے اٹھا دینا نسخ کہلاتا ہے۔
نسخ بذریعہ نص : سب سے زیادہ صریح نسخ یہ ہے کہ خود حدیث میں تصریح ہو جیسے .**عن ابن بریدة عن ابیه قال قا ل رسو ل الله ﷺ کنت نهیتکم عن زیا رة القبور فزور و ها فانها تذکر الاخرة.** (مسلم کتاب الجنائز باب زيارة القبور ج ١ ص ٣١٤، ابن ماجة كتاب الجنائز باب ماجاء في زيارة القبور ص ١٢ المستدرك للحاكم ج ١ ص ٣٧٦ ، مشكوة كتاب الجنائز باب زيارة القبور ص ١٥٤ شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٥٨)
(ترجمہ) ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب (قبروں کی) زیارت کرو اس لئے کہ یہ آخرت یاد دلاتی ہے۔ اس حدیث میں 'فزوروھا" نھیتکم عن زیا رۃ القبور کے لئے ناسخ ہے
صحابی کی تصریح : حافظ ابن حجر کہتے ہیں **فمنها ما بجزم الصحابی بانه متاخر.** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٥٨)
(ترجمہ) دو متعارض حکموں میں ایک کے لئے صحابی یقین ظاہر کرے کہ یہ متاخر ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ **عن جابر رضی الله عنه قال کا ن آخر**

الامرين من رسول الله ترک الوضوء، مما مست النار.

(سنن ابی داؤد کتاب الطهارة باب فی ترك الوضوء مما مست النار ج ۱ ص ۳۷، سنن ترمذی کتاب الطهارة باب ما جاء في الوضوء مما غيرت النار ج ۱ ص ۱۱۶، سنن نسائی کتاب الطهارة باب ترك الوضوء مما غيرت النار ج ۱ ص ۳۲، ابن ماجة کتاب الطهارة باب رخصة فی ذالك ص ۳۷)

(ترجمہ) جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کے دو معمولات میں سے آخری عمل یہ ہے کہ آپ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے چھونے سے وضو کرنے کو ترک کر دیا تھا۔

نسخ کا تاریخ سے ثبوت: حافظ کہتے ہیں اس کی مثالیں بہت ہیں کہ مؤخر اور ناسخ حدیث کی معرفت تاریخ سے حاصل ہو مثلاً شداد بن اوس کی روایت۔ **افطر الحاجم و المحجوم۔** (ابو داؤد کتاب الصوم باب فی الصائم یحتجم ج ۱ ص ۳۲۳ بخاری کتاب الصوم باب الحجامة و القئ للصائم ج ۲ ص ۲۶۰)

(ترجمہ) فصد لگانے والے اور فصد لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

اور ابن عباس کی روایت کہ **ان النبی ﷺ احتجم و هو صائم۔**

(بخاری کتاب الصوم باب الحجامة و القئ للصائم ج ۲ ص ۲۶۰)

(ترجمہ) نبی (ﷺ) نے روزے میں فصد لگوائی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ دوسری حدیث پہلی کی ناسخ ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۰ ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر نبی (ﷺ) کے ساتھ حالت احرام میں تھے جب کہ پہلی حدیث حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ۸ ہجری کو فتح مکہ کے زمانے میں روایت کی تھی۔

اجماع امت: کیا اجماع حدیث کا ناسخ ہو سکتا ہے؟

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اجماع امت حدیث کا ناسخ نہیں ہو سکتا البتہ حدیث کے نسخ کی دلیل بن سکتی ہے۔ (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۵۹)

جیسا کہ حدیث مبارکہ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ اذا شرب الخمر فاجلدوه فان عاد الرابعة فاقتلوه.**

(ابو داؤد کتاب الحدود باب اذا تتابع فی شرب الخمر ج ۲ ص ۲۷۰)

(ترجمہ) ابوھریرہ نبی (ﷺ) سے نقل کرتے ہیں جب کوئی شراب پیئے اسے کوڑے مارو اور اگر چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کردو۔ یہ حدیث مبارکہ موجود ہے جبکہ اس بات پر اجماع ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جاتا اجماع حدیث کا ناسخ نہیں ہے لیکن وہ نسخ پر دلالت کرتا ہے۔
امام ترمذی نے بھی اس حدیث کے متروک العمل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں

انما کان ھذا فی اول امر ثم نسخ.

(ترمذی کتا ب الحدود باب ماجاء من شرب الخمر ج ۱ ص ۴۰۰)

(ترجمہ) یہ حکم اسلام کے ابتدائی دور میں تھا پھر منسوخ کردیا گیا۔
مزید فرماتے ہیں'' اور اس کی تقویت اس حدیث سے ہوتی ہے جو نبی (ﷺ) سے بہت سی سندوں سے مروی ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کسی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں جو شہادت دے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں سوائے تین میں سے کسی ایک وجہ کی بنا پر۔ جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی، دین اسلام چھوڑنے والا۔

ناسخ و منسوخ کی معرفت: ناسخ ومنسوخ کی معرفت فقہ واجتہاد کے لئے انتہائی ضروری ہے بعض ناواقف اپنی کم علمی کے سبب چار حدیثیں پڑھ کر ہر بات میں حدیث کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ وہ نہ تو حدیث کی اقسام جانتے ہیں نہ ہی ناسخ ومنسوخ کی واقفیت رکھتے ہیں۔
حافظ حازمی نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک قاضی کے پاس سے گزرے تو پوچھا **تعرف الناسخ من المنسوخ؟ قال لا: قال هلكت و اهلكت.** (الاتقان فی علوم القرآن النوع السابع والأربعون فی ناسخة ومنسوخة ج ۲ ص ۴۴)

(ترجمہ) تم ناسخ کو منسوخ کے تعلق سے پہنچاتے ہو۔ تو اُس (قاضی) نے کہا نہیں۔ آپ (حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم) نے فرمایا تو ہلاک ہوا اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا۔
اسی طرح حاکم نے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے۔: **ان العالم اذا لم يعرف الصحيح والسقيم والناسخ والمنسوخ من الحديث لا يسمى عالما.** (معرفة علوم الحديث ص ۶۰)

(ترجمہ) ایک عالم اگر حدیث میں صحیح وسقیم اور ناسخ ومنسوخ کی معرفت نہیں رکھتا اسے عالم

نہیں کہا جائے گا۔

متوقف فیہ:

تعریف : جن دو خبروں میں تعارض واقع ہو اور دونوں میں تطبیق ممکن نہ ہو اور ایک کو دوسرے کے لئے ناسخ بھی نہ ٹھہرا سکتے ہوں تو دیکھیں گے کہ سند و متن کے لحاظ سے کوئی وجہ ترجیح کی بنتی ہے تو ترجیح دی جائے گی ورنہ دونوں پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے گا۔ انہیں دونوں احادیث کو متوقف فیہ کہیں گے کیونکہ موجودہ صورت میں ترجیح دینا ممکن نہیں لیکن احتمال ہے کہ آئندہ کوئی شخص ترجیح کی کوئی صورت نکال سکے اس لئے دونوں ساقط نہیں ہوں گی۔

حافظ ابن حجر نے اسے یوں بیان کیا ہے۔ **ثم التوقف عن العمل باحدا لحديثين و التعبير بالتوقف اولى من التعبير بالتساقط لان خفاء ترجيح احدهما على الاخر انماهو بالنسبة للمعتبر فى الحالة الراهنة مع احتمال ان يظهر لغيره ما خفى عليه۔** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۵۹، ۶۰)

احادیث میں وجوہ ترجیح کے حوالے سے محدثین کے ہاں بحثیں ہیں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تدریب الراوی میں انہیں سات اقسام میں محدود کیا ہے۔

(۱) **الترجيح بحال الراوى** : راوی کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر ترجیح دینا جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو مرجوح قرار دینا۔

(۲) **الترجيح بالتحمل** : تحمل روایت کے اعتبار سے ترجیح دینا جیسے تحدیث کو عرض پر اور عرض کو کتابت، مناولہ یا وجادہ پر ترجیح۔

(۳)۔ **الترجيح بكيفية الراوية** : روایت کی کیفیت کے پیش نظر ترجیح دینا جیسے حکایت لفظی کو حکایت معنوی پر ترجیح۔

(۴) **الترجيح بوقت الورود**: جیسے مدنی راوی کی حدیث کو مکی راوی کی حدیث پر ترجیح۔

(۵) **الترجيح بلفظ الخبر** : الفاظ حدیث کی رعایت کرتے ہوئے ترجیح دینا

جیسے عام کو خاص پر اور حقیقت کو مجاز پر ترجیح حاصل ہے۔
(٦) **الترجیح بالحکم** : فقہی احکام کی رعایت کرتے ہوئے ترجیح دینا جیسے تحریم پر دلالت کرنے والی حدیث کو اباحت پر دلالت کرنے والی حدیث پر ترجیح۔
(٧) **الترجیح بامر خارجی** : جیسے ایسی حدیث کو ترجیح دینا جو قرآن یا کسی دوسری حدیث کے موافق ہو۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص٣٦٧،٣٦٨،٣٦٩)

حدیث ضعیف:

لغوی تعریف : لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے۔ ضعف حسی بھی ہوتا اور معنوی بھی یہاں ضعف سے مراد معنوی ضعف ہے۔
اصطلاحی تعریف : حافظ ابن الصلاح نے ضعیف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ **کل حدیث لم تجتمع فیه صفات الحدیث الصحیح ولا صفات الحدیث الحسن المذکورات فیما تقدم فهو حدیث ضعیف .**

(مقدمه ابن الصلاح ص٢٠ النوع الثالث معرفة الضعیفه من الحدیث)

(ترجمہ) ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی مذکورہ صفات جمع نہ ہوں وہ حدیث ضعیف ہے۔
حافظ ابن حجر نے ان مختصر الفاظ میں حدیث ضعیف کی تعریف کی ہے **کل حدیث لم تجتمع فیه صفات القبول .**
(ترجمہ) ہر وہ حدیث جس میں صفات قبول جمع نہ ہوں (وہ حدیث ضعیف ہے)
ضعیف ترین سندیں : صحیح میں اصح الاسانید کی بحث گذری ہے اس طرح ضعیف کی بحث میں ان اسانید کا ذکر بھی آتا ہے جو اوھی الاسانید ہیں امام حاکم کے حوالے سے اوھی الاسانید یوں بیان کی ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے۔
صدقة الدقیقی عن فرقدا لسبخی عن مرة الطیب عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه.
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے۔ **عمرو بن شمر عن**

جابر الجعفی عن الحارث الأعور عن علی رضی اللّٰه عنه.
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ السری بن اسماعیل عن داوٗد بن یزید الأزدی عن ابیه عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه .
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ نسخة عند البصريين الحارث بن شبل عن ام النعمان عن عائشة رضی اللّٰه عنها.
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ شریک عن أبی فزاره عن أبی زيد عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه.
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند۔ داوٗد بن المحبر بن قحذم عن ابيه عن أبان بن أبی عيّاش عن انس رضی اللّٰه عنه.

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۱۱۳،۱۱٤)

حدیث ضعیف فضائل میں معتبر ہے :

حدیث ضعیف فضائل اعمال اور مناقب کے باب میں معتبر ہے چنانچہ علامہ نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغير هم: يجوز و يستحبّ العمل فی الفضائل والترغيب والتر هيب بالحديث الضعيف ما لم يكن مو ضو عا.

(الأذكا ر المنتخبة من كلام سيّد الابرار للنوّوی ص ١٢)

(ترجمہ) آئمہ محدثین وفقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترھیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو۔
اسی طرح علامہ ابن حجر الہیتمی نے فضائل اعمال کے سلسلے میں حدیث ضعیف پر عمل کے لئے دلیل دیتے ہوئے کہا۔ قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحديث الضعيف فی فضائل الاعمال لا نه ان كا ن صحيحا فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به و الا لم يترتب علی العمل به مفسدة تحليل و لا تحريم ولاضياع حق للغير .

(الفتح المبین شرح اربعین)

(ترجمہ) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے اس لئے کہ

اگر یہ حقیقت میں صحیح ہے تو اس پر عمل کرنے سے اس کا حق ادا ہو ورنہ اس پر عمل کرنے سے حلال اور حرام بنانے اور دوسرے کے حق کو ضائع کرنے کا خطرہ نہیں ہے۔

محدث بیہقی فرماتے ہیں۔ **اذا روینا فی الثواب و العقاب و فضائل الاعمال تساهلنا فی الاسانید و تسامحنا فی الرجال .**

علامہ نووی کی عبارت اور محدث بیہقی کے قول سے ظاہر ہو گیا کہ فضائل اعمال و مناقب میں ضعیف حدیث عند المحدثین قابل قبول ہے علامہ نووی کے علاوہ دیگر محدثین بھی ضعیف حدیث کے متعلق یہی فرماتے ہیں حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) موضوعات کبیر ملا علی قاری سنہ ۱۰۱۴ ھ (ص ۶۳)
(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری سنہ ۱۰۱۴ ھ (جلد ۲ ص ۸۳)
(۳) قوت القلوب امام ابو طالب محمد بن علی المکی سنہ ۳۸۳ ھ (جلد ۱ ص ۳۶۳)
(۴) مقدمہ ابن صلاح امام ابی عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن سنہ ۶۴۳ ھ (ص ۴۹)
(۵) تدریب الراوی امام جلال الدین سیوطی شافعی سنہ ۹۱۱ ھ (جلد ۱ ص ۲۹۸)
(۶) کتاب الراوی محدث زکریا بن محمد شافعی سنہ ۹۲۶ ھ

حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ:

(۱) کبھی حدیث ضعیف متعدد اسناد سے مروی ہو کر حسن لغیرہ اور کبھی صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے امام عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔ **قد احتج جمهو ر المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه للحوقه بالصحیح تارة وبالحسن اخریٰ.** (میزان الشریعۃ الکبریٰ)

(ترجمہ) حدیث حسن جب متعدد طریقوں سے مروی ہو تو جمہور محدثین اسے لائق استدلال جانتے ہیں اور اسے کبھی حسن کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں۔

حصول قوت کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ طرق بہت کثیر ہوں صرف دو مل کر بھی قوی ہو جاتے ہیں تیسیر میں ہے۔ **ضعیف بضعف عمرو بن الواقد لکنه یقوی بورو ده بطر یقین.**

(ترجمہ) عمرو بن واقد کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن دو طریقوں سے آنے کی وجہ سے قوت پا گئی۔

(۲) کسی حدیث ضعیف پر اہل علم کا عمل اس کو حسن بنا دیتا ہے یعنی ضعیف حدیث پر علماء کاملین عمل شروع کر دیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہو جائے گی۔
امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التسبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
وعما یستدل انہ علی صحة هذا الحدیث استعمال الا ئمه من اتباع التابعین الی عصر نا هذا ایا ه و مواظبتهم علیه و تعلیمهن الناس منهم عبدالله بن المبارک رضی الله عنه (المستدرک)
(ترجمہ) جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اتباع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام آئمہ اس پر دوام کے ساتھ عمل کرتے رہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ان آئمہ میں عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔
عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے ہیں حالانکہ صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں واردشدہ حدیث ضعیف ہے۔
(۳) مجتهد کے استدلال سے بھی حدیث ضعیف کو تقویت مل جاتی ہے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ان المجتهد اذا استدل بحدیث کا ن تصحیحا له کما فی التحریر وغیره . (ردالمحتار)
(ترجمہ) مجتهد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے تحقیق کی ہے۔
امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں۔ان قیل بضعف شیء من ادلة مذهبه فذالک الضعف انما هو بالنظر للرواة النازلین عن سنده بعد مو ته (الی قوله) و کفا نا صحة الحدیث استدلال مجتهدبه .
(ترجمہ) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اعظم کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان نیچے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے۔اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک امام مجتهد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔
۴۔کبھی تجربہ اور کشف سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں تحریر کرتے ہیں۔سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے

فرمایا مجھے حضور اقدس (ﷺ) سے یہ حدیث پہنچی کہ جو لا الٰہ الا اللّٰہ ستر ہزار مرتبہ کہے اس کی مغفرت کردی جائے گی اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہوجائیگی اور میں نے کسی شخص کو اس کے بخشنے کی نیت نہیں کی تھی؟ پھر اتفاق سے میں ایک دعوت میں گیا اس میں ایک نوجوان بھی تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے اچانک یہ نوجوان کھانے کے دوران رونے لگا میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے دل ہی دل میں اس ستر ہزار مرتبہ پڑھے ہوئے لا الٰہ الا اللّٰہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہنے لگا میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں۔ امام محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا: **فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه و صحة كشفه بصحة الحديث.** میں نے اس حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف سے جان لیا اور اس نوجوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا۔

(مرقاۃ ج۳ ص۲۲۲، فتاوی رضویہ قدیم ج۹ ص۱۵٤)

تنبیہ: جب کوئی حدیث سند ضعیف کے ساتھ ملے تو اس حدیث کو ضعیف الاسناد کہنا چاہیے مطلقاً حدیث ضعیف نہیں کہنا چاہیے کیونکہ ہوسکتا کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو۔

نوٹ: حدیث ضعیف کی مزید تفصیل جاننے کے لئے مجدد اعظم و محدث اعظم اعلٰی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا رسالہ "**نهج السلامة فی حکم تقبيل الابهامين فی الاقامة**" فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ۲ ص ۵۳۰، جدید ج۵ ص۶۲۹ پڑھیے۔

خبر مردود: خبر واحد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مقبول (۲) مردود

پہلے خبر مقبول کے متعلق بیان کیا گیا اب آگے خبر مردود کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

تعریف: حافظ ابن حجر نے خبر مردود کی تعریف یوں کی۔

هو الذی لم يرجح صدق المخبر به

(شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص۲۲)

(ترجمہ) خبر مردود وہ ہے جس میں خبر دینے والے کی صداقت راجح نہیں ہوتی۔

خبر کے اسباب رد کثیر ہیں لیکن عام سبب دو ہیں۔

(۱) سند سے کسی راوی کا سقوط (۲) راوی میں طعن

سقوط راوی : اسناد میں کسی راوی کے چھوٹ جانے کا نام سقوط ہے سقوط کی دو قسمیں ہیں۔(۱) سقوط ظاہر (۲) سقوط خفی

(۱) **سقوط ظاہر :** اس کو سقوط واضح بھی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کا ساقط ہونا ظاہر اور واضح ہو یہ سقوط اس راوی اور اس کے شیخ کے مابین ملاقات نہ ہونے سے جانا جاتا ہے کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ راوی نے اپنے شیخ یعنی جس سے روایت بیان کر رہا ہے کا زمانہ نہ پایا دوسرا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راوی نے اپنے شیخ جس سے روایت کر رہا ہے اس کا زمانہ تو پایا لیکن ملاقات نہیں کی یا ملاقات تو ہوئی لیکن اجازت و وجادت کچھ بھی نہیں یہ باتیں جاننے کیلئے ضروری ہے کہ راوی کے حالات زندگی جانے جائیں کہ وہ کب پیدا ہوا؟ کب وصال ہوا؟ کتنے سفر کیے؟ کہاں کہاں کے سفر کیے؟ راوی اور شیخ کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ کیا کبھی یہ دونوں ایک شہر میں جمع ہوئے؟ پس اس کا جاننا؟ نسبت سقوط خفی کے آسان ہے؟

(۲) **سقوط خفی :** سقوط خفی کو سوائے حدیث کے ماہر آئمہ کے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا کہ راوی کا سقوط کہاں پایا گیا۔

سقوط ظاہر کی اقسام : سقوط ظاہر (واضح) کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) معلق (۲) مرسل (۳) متصل (۴) منقطع

حدیثِ معلق :

لغوی تعریف : مُعلَّق تَعلِیق سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا اور حدیث معلق چونکہ عالی جہت سے متصل اور سافل جہت سے منقطع ہوتی ہے تو یہ اس چیز کی طرح ہوگئی جو لٹکی ہوئی ہو۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ **اذا کان السقط من مبادی السند من تصرف المصنف فھو المعلق .**

(شرح نزھة النظر مع نخبة الفکر ص ٦٠،٦١)

(ترجمہ) جب مصنف کے تصرف سے سند کے اول سے راوی ساقط کر دیا جائے تو وہ معلق ہے۔

حدیث معلق کی چند صورتیں:

(۱) پوری سند کو ساقط کر دیا جائے اور کہا جائے **قال رسول اللہ ﷺ کذا او فعل رسول اللہ ﷺ کذا.** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٦١)

(۲) صحابی یا صحابی و تابعی کے سوا باقی سند کو ساقط کر دیا جائے۔

حافظ ابن حجر نزهة النظر میں لکھتے ہیں۔ حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہے اور اگر اس راوی کا کسی اور سند میں مذکور ہونا معلوم ہو جائے (اور وہ ثقہ ہو) تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر مصنف یہ کہے کہ میں نے جن راویوں کو حذف کیا وہ تمام ثقہ ہیں تو یہ تعدیل علی الابہام ہے اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک کہ اس راوی کا ذکر نہ کیا جائے۔ (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٦٢)

لیکن حافظ ابن الصلاح نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ (راوی) کسی ایسی کتاب کی حدیث کی سند میں محذوف ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو جیسے امام بخاری اور امام مسلم تو اس حدیث کو مصنف جب جزم کے ساتھ ذکر کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے اور اس نے کسی غرض (مثلاً اختصار یا تکرار سے بچنے) کی وجہ سے سند کو حذف کیا ہے اور جس حدیث کو بغیر جزم کے ذکر کیا ہے تو اس میں بحث کی گنجائش ہے۔ شیخ محقق علیہ الرحمہ امام بخاری کی تعلیقات کے بارے میں لکھتے ہیں۔ **والتعليقات كثيرة فى تراجم صحيح البخارى ولها حكم الاتصال لانه التزم فى هذا الكتاب ان لا يأتى الا بالصحيح ولكنها ليست فى مرتبة مسانيده الا ما ذكر منها مسندا فى موضع اخر من كتابه وقد يفرق فيها بان ما ذكر بصيغة الجزم والمعلوم كقوله قال فلان او ذكر فلان دل على ثبوت اسناده عنده فهو صحيح قطعا اوما ذكره بصيغة التمريض والمجهول كقيل ويقال وذكر ففى صحته كلام ولكنه لما اورده فى هذا الكتاب كان له اصل ثابت ولهذا قالوا تعليقات البخارى متصلة صحيحة.**

(مقدمة الشيخ مع مشكوة ص ٤)

(ترجمہ) تراجم صحیح بخاری میں تعلیقات بکثرت ہیں۔ لیکن یہ سب تعلیقات اتصال کے حکم

میں ہیں۔اس لئے کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں صحیح احادیث لانے کا التزام کیا ہے۔یہ تعلیقات اُن کی مسانید کے درجہ کی نہیں ہیں۔لیکن ان تعلیقات کے سوا جن کی سند انھوں نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ بیان کردی۔اور بعض لوگوں نے اس میں یہ فرق کیا ہے کہ جن تعلیقات کو امام بخاری نے جزم ویقین کے صیغے کے ساتھ بیان کیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتیں ہیں کہ ان کی سند امام بخاری کے نزدیک ثابت ہے پس وہ قطعاً صحیح ہیں جیسے امام صاحب کا یہ کہنا قَالَ فُلَانٌ یاذَکَرَ فُلَانٌ ،فلاں نے کہایا فلاں نے ذکر کیا۔اوراگر صیغہ تمریض ومجہول کے ساتھ بیان کیا ہو جیسے قِیلَ و یُقَالُ اور ذُکِرَ یعنی کہا گیا یا کہا جاتا ہے یا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی صحت میں ان کے نزدیک کلام ہے لیکن جب وہ اپنی اس کتاب میں لائے ہیں تو اس کی اصل ان کے نزدیک ثابت ہے۔اسی لیے محدثین کا قول ہے کہ بخاری کی تعلیقات متصل اور صحیح ہیں۔

امام بخاری کی تعلیقات کے اس حکم کو فقیہ الہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے الفاظ میں نزھۃ القاری کے اندر کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے ابواب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔یہ سب حدیث متصل کے حکم میں ہیں۔اس لئے کہ انہوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ذکر کریں گے لیکن یہ ان کی احادیث مسندہ کے حکم میں نہیں۔بعض تعلیقات کو انہوں نے اس کتاب میں دوسری جگہ مسند ذکر کردیا ہے۔وہ بہر حال احادیث مسندہ کے مرتبے میں ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جن تعلیقات کو جزم ویقین کے کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ اکثر صحیح ہیں۔مثلاً یہ ذکر کیا کہ فلاں نے کہا اور جنہیں شک وضعف کے کلمات سے ذکر کیا مثلاً یوں۔بیان کیا گیا۔کہا گیا۔روایت کیا گیا۔ان کی صحت میں کلام ہے اگرچہ بعض ان میں بھی صحیح ہیں۔بایں ہمہ جب انہوں نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا تو وہ بالکل بے اصل بھی نہیں مانی جائیں گی۔ضرور ان کے علم میں ان کی کچھ اصل ہوگی۔

تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری کی تعلیقات کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(ا) وہ تعلیقات جنہیں خود امام بخاری نے اپنی اسی کتاب میں کسی جگہ سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔خواہ انہیں صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کیا ہو خواہ صیغہ تمریض کیساتھ۔صیغہ جزم کی بکثرت مثالیں ہیں۔صیغہ تمریض کی کی مثال یہ ہے۔کتاب الطب باب الرقی بفاتحۃ

الکتاب و یذکر عن ابن عباس عن النبی ﷺ.
(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ نبی پاک ﷺ سے مروی ہے۔
(بخاری کتاب الطب باب باب الرقی بفاتحة الکتاب ج۲ ص ۸۵٤)
(۲) وہ تعلیقات جنہیں امام بخاری نے اپنی کتاب میں کہیں سند متصل کے ساتھ ذکر نہیں کیا اور اسے صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہے جیسے۔ وقالت عائشة رضی اللہ تعالی عنہا کان النبی ﷺ یذکر اللہ علی کل احیانہ.
(ترجمہ) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ ہر وقت ذکر اللہ عزّ وجل کیا کرتے تھے۔
(کتاب الأذان باب هل یتبع المؤذن فاه ههنا وههنا وهل یلتفت فی الأذان بخاری ج ۱ ص ۸۸) یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔
(۳) ایسی تعلیق جو حسن ہو جیسے۔ قال بهز بن حکیم عن ابیه عن جدّه عن النبی ﷺ اللّٰه احق ان یستحیٰ منه من الناس. (بخاری کتاب الطهارت باب من اغتسل عریاناً فی الخلوة ومن تستّر والتستّر افضل ج۱ ص ۴۲)
(ترجمہ) حضرت بھز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ انکے دادا سے اور وہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ لوگوں کے مقابلے اللہ تعالیٰ میں اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔
(۴) ایسی تعلیق جو ضعیف ہو۔ جیسے قال طاؤس قال معاذ بن جبل لاهل الیمن ائتونی بعرض ثیاب خمیص اولبیس فی الصدقه مکان الشعیر والذرّة اهون علیکم وخیر لا صحاب النبی ﷺ بالمدینة.
(بخاری کتاب الزکوٰة باب العرض فی الزکوٰة ج ۱ ص ۱۹۴)
(ترجمہ) اور حضرت طاؤس نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن والوں سے فرمایا مجھے زکوٰۃ میں جو اور باجرے کے عوض چادر اور پہنے ہوئے کپڑے دو یہ تمھارے لئے آسان ہے اور مدینے میں صحابہ کے لئے بہتر ہے۔
اس تعلیق کی سند طاؤس تک صحیح اور متصل ہے۔ مگر طاؤس کا حضرت معاذ سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے معمولی ضعف کے ساتھ ضعیف ہے۔

(۵) وہ تعلیقات جنہیں صیغۂ تمریض سے ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہیں ۔جیسے یہ تعلیق ویذکر عن عبدالله بن السائب قرء النبی ﷺ المومنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسیٰ و هارون او ذکر عیسیٰ اخذته سُعلة .

(بخاری کتاب الأذان باب الجمع بین السو رتین فی رکعة ج ۱ ص۱۰۶)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز سورہ مؤمنون پڑھی جب موسیٰ اور ھارون یا عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر آیا تو کھانسی آگئی۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ کیا ہے۔

(مسلم کتاب الصلوٰة باب القراة فی الصبح ج ۱ ص۱۸۶)

(۶) ایسی تعلیق جو حسن ہو جیسے ویذکر عن عثمان بن عفان رضی الله تعالی عنه ان النبی ﷺ قال اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل.

(بخاری کتاب البیو ع باب الکیل علی البائع ج ۱ ص۲۸۵)

(ترجمہ) حضرت عثمان بن عفان ﷺ نے سے مذکور ہے کہ نبیٔ پاک ﷺ فرمایا جب تم بیچو تو ناپو اور جب خریدو تو بھی ناپ لو۔

اسے دار قطنی اور ابن ماجہ اور بزار نے روایت کیا اور یہ حسن ہے۔

(۷) ایسی تعلیق جو معمولی ضعف سے ضعیف ہو مگر معمول بہ ہو جیسے و یذکر ان النبی ﷺ قضی الدین قبل الوصیة ۔(بخاری کتاب الوصایا،باب تأویل قول الله تعالیٰ من بعد وصیة توصون بها او دین ج ۱ ص۳۸٤)

(ترجمہ) اور منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دین کو وصیت پر مقدم کرنے کا حکم دیا۔

اسے امام ترمذی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(ترمذی ابواب الوصایا باب ما جاء یبدأ بالدین قبل الوصیة ج ۲ ص۲۷۷) مگر اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔مگر اہل علم کے عمل سے قوی ہوگئی۔

(۸) ایسی تعلیق جو ضعف شدید کے ساتھ ضعیف ہو۔اور معمول بہا ہو۔جیسے یہ تعلیق ویذکر عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه رفعه لا یتطوع الا مام فی مکانه.

(ترجمہ) حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ سے مذکور ہے انھوں نے نبیٔ پاک ﷺ سے مرفوعاً

روایت کی کہ امام اپنی (امامت والی) جگہ پر نوافل نہ پڑھے۔
(بخاری کتاب الصلوۃ مکث الامام فی مصلاہ بعد السلام ج ۱ ص ۱۱۷) اسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا مگر اس میں دوہرا ضعف ہے اس کا ایک راوی، لیث ہے جو ضعیف ہے اور اس کے شیخ الشیخ مجہول ہیں۔ مگر اس پر بھی اہل علم کا عمل ہے اس لئے یہ بھی قوی ہوگئی۔ حکم یہ ہے کہ امام وہیں نفل نہ پڑھے جہاں فرض پڑھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر آکے پڑھے اگر مسجد ہی میں پڑھنا چاہتا ہے تو دائیں بائیں ہٹ کر پڑھے۔(مقدمہ نزھۃالقاری شرح البخاری ج ۱ ص ۳۶، ۳۸، ۳۹)

حدیث مرسل

لغوی تعریف: یہ اَرسَلَ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی چھوڑ دیا گویا کہ ارسال کرنے والا سند کو چھوڑ دیتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزھۃ النظر میں فرماتے ہیں۔ **و هو ما سقط عن آخره من بعد التابعی هو المرسل و صورته ان يقول التابعی سواء كان كبيرا او صغيرا قال رسول الله ﷺ كذا او فعل كذا او فعل بحضرته كذا او نحو ذلک.** (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۶۳)

(ترجمہ) جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی کہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اس طرح فرمایا یا اس طرح کہا یا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔

امام حاکم مرسل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **فان مشائخ الحديث لم يختلفوا في ان الحديث المرسل هو الذي يرويه المحدث باسانيد متصلة الى التابعي فيقول التابعي قال رسول الله ﷺ.**

(معرفة علوم الحديث ص ۲۵)

(ترجمہ) اس بارے میں مشائخ حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرسل حدیث وہ ہے جسے محدث تابعی تک سند متصل کے ساتھ روایت کرے اور تابعی کہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا۔

حدیث مرسل کی حیثیت: اکثر محدثین نے حدیث مرسل کو ضعیف کی اقسام

میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث کے لئے سند کا اتصال ضروری ہے چنانچہ محدثین اسے صحیح قرار نہیں دیتے حافظ ابن صلاح اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

اعلم ان حکم المرسل حکم الحدیث الضعیف الا ان یصح مخرجه بمجیه من وجه آخر .

(ترجمہ) معلوم رہے کہ مرسل کا حکم وہی ہے جو حدیث ضعیف کا ہے الا یہ کہ دوسری سند کے ذریعہ اس کی روایت ثابت ہو جائے۔

امام نووی ''التقریب'' میں کہتے ہی۔ **ثم المرسل حدیث ضعیف عند جماهیر المحدثین والشافعي و کثیر من الفقهاء واصحاب الاصول .**

(تقریب النووی مع شرحه تدریب الراوی ص١٢٦)

(ترجمہ) جمہور محدثین، امام شافعی فقہاء اور اصحاب اصول کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف شمار ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا۔ مرسل کو مردود کی اقسام میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں محذوف راوی نامعلوم ہوتا ہے۔ اس میں احتمال موجو دہوتا ہے کہ محذوف راوی صحابی ہو یا تابعی اور تابعی ہونے کی صورت میں یہ احتمال موجود ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ پھر اگر ثقہ ہے تو یہ احتمال رہتا ہے کہ اس نے یہ حدیث صحابی سے سنی ہے یا تابعی سے اور پھر تابعی ثقہ ہے یا ضعیف علی ھذا القیاس یہ سلسلہ عقلی لحاظ سے تو غیر متناہی ہوسکتا ہے اور بالحاظ تتبع چھ سات سلسلوں تک ہی پایا جاتا ہے

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص٦٣)

ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ امام ابن جریر نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بعد دوسو سال تک آئمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہ قرون فاضلہ ہے جن کے خیر پر برقرار رہنے کی رسول اللہ ﷺ نے شہادت دی ہے اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند پر ترجیح دی ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا۔

(شرح نخبة الفکر لملا علی قاری ص٤٠٦)

حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلیل :(۱)جب راوی کسی حدیث کو ارسال کرتا ہے تو وہ نبی (ﷺ) کی اس خبر پر قطعی شہادت دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کو راوی کے متعلق بحث اور تفتیش سے مستغنی کر دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پوری سند بیان کرتا ہے تو وہ ان بعد والوں کو اس واسطے کے حوالے کر دیتا ہے اور خود بری الذمہ ہو جاتا ہے تو جب راوی حدیث کو مرسلاً بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث مسنداً بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس سے مساوی ہونے میں کم نہیں ہے اور بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے بہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) حدیث مرسل کے جس راوی کا ذکر نہیں وہ نبی (ﷺ) اور تابعی کے درمیان والا واسطہ ہے وہ راوی یا کوئی صحابی ہوگا یا تابعی صحابی ہونے کی صورت میں حدیث مبارکہ قبول کی جائے گی کیونکہ تمام صحابہ ہی ثقہ ہیں۔

معضل :

لغوی تعریف: مُعْضَل عَضَلٌ سے مشتق ہے جسکے معنی روکنے اور عاجز کرنے کے ہیں کیونکہ اس خبر کا ماخذ تلاش کرنا مشکل کام ہے اس لئے تلاش سے عاجز آ کر اسے معضل کہا گیا۔

اصطلاحی تعریف : حافظ ابن حجر نزهة النظر میں لکھتے ہیں۔وان كان السقط باثنين فصاعدا مع التوالي فهو المعضل۔

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٦٤)

(ترجمہ) اگر دو یا زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں تو وہ معضل ہے۔

امام حاکم معضل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔امام الحدیث علی ابن المدینی اور انکے بعد کے ہمارے بعض آئمہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ معضل وہ روایت ہے جس کی سند میں رسول اللہ ﷺ سے ارسال کرنے والے اور نبی ﷺ کے درمیان ایک سے زائد راوی ساقط ہوں اور یہ مرسل سے الگ قسم ہے کیونکہ مراسل کا تعلق صرف تابعین سے ہے۔

(معرفة علوم الحديث ص ٣٦)

حافظ ابن صلاح نے لکھا۔وهو لقب لنوع خاص من المنقطع فكل معضل منقطع وليس كل منقطع معضلا وقوم يسمونه مرسلا كماسبق.

(مقدمہ ابن صلاح)

(ترجمہ) اور معضل منقطع کی خاص قسم کا نام ہے گویا ہر معضل منقطع ہے لیکن ہر منقطع معضل نہیں اور جیسے کہا جا چکا ہے کہ کچھ لوگ اسے مرسل بھی کہتے ہیں۔

حدیث معضل اور معلق کے مابین نسبت:

حدیث معضل اور معلق کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ان میں ایک مادہ اتفاق اور دو مادہ افتراق پائے جاتے ہیں۔

(۱) **مادہ اتفاق**: جب سند کی ابتداء میں مسلسل اور لگا تار دو راوی محذوف ہوں تو یہ حدیث بیک وقت معضل بھی ہے اور معلق بھی۔

(۲) **مادہ افتراق** [۱]: جب سند کے درمیان سے لگا تار دو راوی محذوف ہوں تو وہ معضل ہے معلق نہیں۔

(۳) **مادہ افتراق** [۲]: جب سند کے شروع سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو وہ معلق ہے اور معضل نہیں۔

حدیث منقطع:

لغوی تعریف: مُنقَطِع قَطْعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی ایک شے کو دوسری شے سے الگ کرنا۔

اصطلاحی تعریف: یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی وجہ سے انقطاع پایا جائے یعنی عدم اتصال کی بنا پر حدیث کو منقطع قرار دیا جائے اس کا اطلاق اکثر اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔

حافظ ابن صلاح منقطع کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنها ان المنقطع مثل المرسل و کلا هما شاملان لکل ما لا یتصل اسناده و هذا المذهب اقرب صار الیه طوائف من الفقهاء وغیر هم وهو الذی ذکره الحافظ ابو بکر فی کفایته.

(مقدمہ ابن صلاح النوع العاشر مقدمة المنقطع ص ۳۱)

(ترجمہ) منقطع مرسل کی طرح ہے اور دونوں لفظ ہر اس حدیث کے لئے استعمال ہوتے ہیں جس کی سند متصل نہیں یہی صحیح مذہب ہے جسے فقہاء کے بعض گروہوں نے استعمال کیا

ہے اور حافظ ابوبکر خطیب نے الکفایہ میں بیان کیا ہے۔
امام حاکم اسی سلسلے میں لکھتے ہیں۔ **وھو غیر المرسل وقل یوجد فی الحفاظ ما یمیز بینھما.** (معرفة علوم الحدیث ص ۲۷)
(ترجمہ) منقطع مرسل سے مختلف ہے اور حفاظ حدیث میں ایسے لوگ کم پائے جاتے ہیں جو ان دونوں کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔
امام حاکم فرماتے ہیں کہ منقطع کی معرفت گہری بصیرت کی متقاضی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو منقطع کے سلسلے میں ہمارے بیان پر غور کرے گا اسے یقینی علم ہوگا کہ یہ ایک ایسا دقیق علم ہے جسے صرف وہی حاصل کرسکتا ہے جسے اللہ تعالی نے توفیق عطا کی ہو اور سیکھنے کی طلب رکھتا ہو۔ (معرفة علوم الحدیث ص ۲۸)
حافظ ابن حجر رضی اللہ تعالی عنہ منقطع کی تعریف بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: راوی کا سقوط کبھی اس قدر واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور کبھی ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کا علم صرف ان حفاظ حدیث ہی کو ہوسکتا ہے جو طرق حدیث اور اسانید وعلل سے خوب واقف ہوں واضح سقوط کا ادراک راوی اور مروی عنہ کے مابین عدم ملاقات کی معرفت پر ہے مثلاً، راوی، مروی عنہ کا معاصر نہ ہو اور اگر معاصر ہو تو دونوں میں ملاقات ثابت نہ ہو اور اسے اجازت ووجادت حاصل نہ ہو ان امور کا تعلق تاریخ سے ہے بلا شبہ راویوں کی پیدائش، وفات، تحصیل علم کا زمانہ، طلب حدیث کے لئے مختلف سفر وغیرہ کا تذکرہ کتب تاریخ ہی میں ہوتا ہے اس لئے محدثین کے نزدیک علم تاریخ بنیادی اہمیت کا حامل ہے اس علم کے ذریعے کئی رواۃ کے روایت عن الشیوخ کے دعوے غلط ثابت ہو چکے ہیں۔
(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٦٥)
مثال: حدثنا شجاع بن مخلد حدثنا هشيم اخبرنا يونس بن عبيد عن الحسن ان عمر الخطاب جمع الناس على ابى ابن كعب فكان يصلى لهم عشرين ليلة ولا يقنت بهم الا فى النصف الباقى فاذا كانت العشر الاواخر تخلف فصلى فى بيته فكانوا يقولون ابق ابىٌّ.
(مشكوٰة كتاب الصلوٰة باب القنوت الفصل الثالث ص ١١٤)
(ترجمہ) شجاع بن مخلد ھشیم سے بیان کرتے ہیں کہ یونس بن عبید نے حسن سے روایت

کرتے ہوئے کہا کہ عمر بن خطاب نے لوگوں کو ابی بن کعب کی امامت پر جمع کیا وہ لوگوں کو بیس راتوں تک نماز پڑھاتے رہے اور قنوت صرف آخری نصف میں کرتے جب آخری عشرہ آیا تو گھر پہ نماز پڑھی لوگ کہتے تھے کہ اُبَیّ چلے گئے۔
یہ منقطع الاسناد ہے کیونکہ حسن بصری ۲۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۳ھ ہجری کو وصال فرمایا۔

مدلس:

لغوی تعریف: مُدَلَّس، تَدْلِیْس سے اسم مفعول کا صیغہ ہے لغت میں تدلیس کہتے ہیں سامان کے عیب کو خریدار سے پوشیدہ رکھنا یا تدلیس دَلَسٌ سے مشتق ہے دَلَس کے معنی اندھیرے میں خلط ملط ہونے کے ہیں چونکہ مدَلِّس (تدلیس کرنے والا) حدیث کے معاملہ کو تاریک رکھتا ہے اس لئے اس کو مُدَلَّس کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سمی بذلک لا شتراکهما فی الخفاء ویر د المدلس من صیغ الا داء یحتمل وقوع اللقی بین المدلس و من اسندعنه کعن و کذا قال و متی وقع بصیغة صریحة لا تجوز فیها کان کذبا. (نزهة النظر مع شر حه لملاعلی قاری ص ۴۰۸، ۴۱۹ و شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ص ۶۶)

تدلیس کی قسمیں: تدلیس کی دو بڑی اور بنیادی قسمیں یہ ہیں۔
(۱) تدلیس الاسناد (۲) تدلیس الشیوخ

(۱) **تدلیس الاسناد**: تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر سے کوئی حدیث سنے یا کسی شیخ سے چند حدیثیں سننے کے بعد اس کا نام چھوڑ کر اوپر کے شیخ سے روایت کرے اور تعبیر ایسے الفاظ سے کرے جس سے یہ معلوم ہو رہا ہو کہ اس نے اس سے سنا ہے جس کا نام لے رہا ہے حالانکہ اس سے سماع نہیں ہے۔

(۲) **تدلیس الشیوخ**: یہ تدلیس کی دوسری قسم ہے اس میں راوی اپنے شیخ کا ایسا نام صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف ہے علامہ جلال الدین سیوطی شافعی تدریب الراوی میں اس کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔

ان یسمی شیخه اویکنیه اویلقبه او یصفه بما لا یعرف .

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص۱۳۸)

(ترجمہ) یعنی اپنے شیخ سے نقل کرے مگر اس کا ایسا نام ایسی کنیت یا ایسا لقب وصفت ذکر کرے جس سے وہ مشہور اور متعارف نہیں۔

تدلیس التسویہ : تدلیس التسویہ یہ ہے کہ راوی ضعیف واسطے کو ساقط کر کے اتصال کا تاثر دے اور اس کے بجائے یہ ظاہر کرے کہ حدیث ثقات سے مروی ہے تا کہ اسے صحیح اور مقبول قرار دیا جائے یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں شدید ترین دھوکہ پایا جاتا ہے ولید بن مسلم اس قسم کی تدلیس میں مشہور تھا چنانچہ اوزاعی کے ضعیف شیوخ کو حذف کر کے صرف ثقات کا نام ذکر کرتا تھا جب اس ضمن میں ولید سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا اوزاعی کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ ایسے ضعیف راویوں سے حدیث روایت کریں۔ پھر ولید سے کہا گیا کہ جب اوزاعی ان ضعیف راویوں سے روایتیں نقل کریں اور آپ ان کو حذف کر کے اس کی جگہ ثقہ راویوں کے نام ذکر کریں تو پھر اوزاعی کو ضعیف راوی قرار دینا چاہیے ولید یہ سن کر خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

حافظ ابن الصلاح تدلیس الشیوخ کے بارے میں مقدمہ ابن صلاح میں لکھتے ہیں۔

تدلیس الشیوخ وھو ان یروی عن شیخ حدیثا سمعه منه فیسمیه اویکنیه او ینسبه او یصفه بما لا یعرف به کی لا یعرف۔

(مقدمة ابن الصلاح النوع الثانی عشر معرفة التدلیس و حکم المدلس ص)

(ترجمہ) تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ وہ ایک شیخ سے ایسی حدیث بیان کرے جسے اس نے شیخ سے سنا پھر وہ اس کا ایسا نام یا کنیت یا نسبت یا وصف بیان کرے جس سے وہ معروف نہیں تا کہ اس شیخ کو پہچانا نہ جا سکے۔

تدلیس الشیوخ کی مثال : ابوبکر بن مجاہد نے روایت کرتے ہوئے کہا حدثنا عبدالله بن ابی عبدالله اور اس سے ان کی مراد ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی ہیں۔

تدلیس شیوخ کا حکم : تدلیس الشیوخ تدلیس الاسناد کی نسبت ہلکی اور خفیف ہے کیونکہ اس میں مدلس کسی کو ساقط نہیں کرتا بلکہ اس میں راوی اس کی اسناد کو مشکل بناتا اور پہچان کے راستے کو دشوار کر دیتا ہے۔

مرسل خفی:

تعریف: یہ وہ حدیث ہے جو راوی کے ایسے معاصر شیخ سے صادر ہوئی ہو جس سے راوی کی ملاقات نہ ہوئی ہو۔ اس کے باوجود راوی اپنے شیخ کو حذف کر کے اپنے ہم عصر شیخ سے روایت کرتا ہے۔ چونکہ یہ ارسال کبھی کبھی ماہرین سے بھی پوشیدہ رہ جاتا ہے اس لئے اس کو خفی کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

المرسل الخفی اذ اصدرمن معاصر لم یلق من حدث عنه بل بینه و بینه واسطة. (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر صص٦٦)

(ترجمہ) مرسل خفی وہ روایت ہے جس کا راوی اپنے ہم عصر سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک اور راوی موجود ہو۔

مرسل خفی منقطع کی ایک قسم ہے لیکن اس میں انقطاع خفی ہوتا ہے چونکہ راوی معاصر ہوتے ہیں اس لئے اتصال سند کا گمان ہوتا ہے اس کی مثال یہ حدیث مبارکہ

حدثنا ابراهیم بن عبدالله الهروی حد ثناهثیم حدثنا یونس بن عبید عن نافع عن ابن عمر قال رسول الله مطل الغنی ظلم واذ اتبع احدکم علی ملی فلیتبعه ولا تبع بیعتین فی بیعة .(ترمذی کتاب البیوع باب مطل الغناء ظلم ج ١ ص٣٧٧)

(ترجمہ) ابراہیم بن عبداللہ الھروی ھشیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یونس بن عبید نے نافع سے بیان کیا اور نافع ابن عمر کے ذریعے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مالدار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں سستی کرنا ظلم ہے اور جب مالدار کے ذمہ آئے اس کا پیچھا کرو اور ایک فروخت میں دوسودے نہ کرو۔

یہ اسناد بظاہر متصل ہے کیونکہ یونس بن عبید نے نافع کا زمانہ پایا لیکن نقاد حدیث کا کہنا ہے کہ یونس بن عبید کا نافع سے سماع ثابت نہیں۔

مرسل خفی کی پہچان کی صورتیں:

(ا) راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت نہ ہوا سے یا تو بعض آئمہ حدیث نے واضح کیا ہو یا راویوں کے احوال کی جستجو سے یہ امر واضح ہو جائے۔

(۲) راوی کا مروی عنہ سے عدم سماع مطلقاً ثابت اور معروف ہو اور ایسا کسی محدث کی تصریح یا اس طرح کے کسی اور سبب سے پتہ چل سکتا ہے۔
(۳) راوی کا زیر بحث حدیث کا سماع ثابت نہ ہو اگرچہ اس نے اور روایات مروی عنہ سے سنی ہوں اور اس کی تصریح خود محدث نے یا خود راوی نے کی ہو۔

مدلس اور مرسل خفی میں فرق :

(۱) مدلس اور مرسل خفی میں فرق یہ ہے کہ مدلس میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے ملاقات تو ہوتی ہے مگر اس سے مطلق سماع نہیں ہوتا یا روایت کردہ حدیث کا سماع نہیں ہوتا اور مرسل خفی میں ایسے شیخ کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے جس سے صرف معاصرت ہوتی ہے اس سے ملاقات نہیں ہوتی۔

حدیث معنعن ومؤنن:

معنعن کی تعریف : حدیث معنعن وہ روایت جس میں راوی عن فلان عن فلان کے الفاظ سے روایت کرے۔

حدیث معنعن کے بارے میں علمائے حدیث کا اختلاف ہے کچھ کا قول یہ ہے کہ یہ منقطع کی انواع میں سے ہے جبکہ دوسرا صحیح قول یہ ہے جس پر تمام محدثین اور فقہاء متفق ہیں کہ یہ حدیث چند شرائط کے ساتھ متصل ہے۔
(۱) عنعنہ کا راوی مدلس نہ ہو۔
(۲) راوی اور مروی عنہ کے درمیان لقاء کا امکان ہو یعنی معاصرت ہو۔ ان دو شرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں بعض آئمہ محدثین نے مزید شرائط عائد کی ہیں۔
(۱) امام بخاری اور علی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔
(۲) ابو المظفر سمعانی کا قول یہ ہے کہ لمبا عرصہ صحبت ثابت ہو یعنی اس کے ساتھ طویل عرصہ گزارا ہو۔
(۳) ابو عمر الدانی کا قول یہ ہے کہ راوی مروی عنہ سے روایت کرنے میں معروف ہو۔
حدیث معنعن یوں تو صحیحین میں بکثرت پائی جاتی ہیں مگر صحیح مسلم میں ان کی اکثریت ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کو ضروری نہیں سمجھتے اور صرف

معاصرت کو کافی قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو لقاء کی شرط کو ضروری قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ شرط عائد کرنے والوں میں امام بخاری اور علی بن مدینی اور دیگر علماء و محدثین کے نام شامل ہیں۔

حافظ ابن الصلاح علوم الحدیث میں فرماتے ہیں امام مسلم کا قول محل نظر ہے کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے جس نظریہ کی تردید کی ہے اس کی حمایت کرنے والوں میں امام بخاری اور علی بن مدینی جیسے اکابر محدثین شامل ہیں۔

حدیث مئونن:

تعریف : (حدیث مئونن) وہ ہے جس کی سند میں **حدثنا فلان ان فلان** کے الفاظ ہوں امام مالک اور امام احمد کے نزدیک یہ حدیث منقطع ہے اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث معتعن کی شرائط کے ساتھ متصل کے حکم میں ہے۔

روایت مردود بسبب طعن راوی:

کسی روایت کے مردود ہونے کے دو سبب ہیں (۱) سقوط راوی (۲) راوی میں طعن

سقوط راوی کا بیان گزر چکا اب راوی میں طعن کا بیان کیا جاتا ہے راوی مین طعن سے مراد یہ ہے کہ کسی نے راوی پر جرح کی ہو یعنی اس کی عدالت اور ضبط پر گفتگو کی ہو اسباب طعن دس ہیں پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔

اسباب طعن متعلقِ عدالت :

(۱) جھوٹ (۲) جھوٹ کی تہمت (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت

اسباب طعن متعلقِ ضبط:

(۱) فحش غلطی کرنا (۲) غفلت کی کثرت (۳) وہم (۴) ثقات ٦ کی مخالفت (۵) سوء حفظ

روایت موضوع :

لغوی تعریف : موضوع وَضعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گرانے اور پھینکنے کے ہیں۔ موضوع روایت کو اس لئے موضوع کہتے ہیں کہ یہ اپنے رتبے سے گر جاتی ہے اور پستیوں میں چلی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر النکت میں لکھتے ہیں۔ جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابوالخطاب ابن وصیہ کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں شخص نے

دوسرے پر وضع کیا یعنی اس کے ذمہ ایسی بات لگائی جو اس نے نہیں کہی۔ اس کے معنی پھینکنا اور گرانا بھی ہے لیکن دوسرے معنی زیادہ مناسب ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن الصلاح موضوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

هو المختلق المصنوع . (مقدمہ ابن الصلاح النوع الحاوئ العشرون ص ۵۷ علوم الحدیث)

(ترجمہ) وہ گھڑی ہوئی بنائی ہوئی روایت ہے۔

ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں۔

الموضو ع هو الحديث الذى فيه الطعن بكذب الراوى.

(شرح نخبة الفكر لملا علی قاری ص ۷۳)

(ترجمہ) موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔

روایت کا موضوع ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے:

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علی اس بارے میں لکھتے ہیں۔

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماع قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذمِ حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستندا الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یایوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب ﷺ ہیں یاوہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔
(۱۲) یا ناقابل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث۔
لحمک لحمی و دمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ت)
اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں "**کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد**" (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیثیں گھڑیں **کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی** (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ت)
(۱۳) یا قرائین حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔
(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلۂ حفاظ آئمۂ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم ہے۔
(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوی سماع روایت کرے، پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوانہ ملیں۔ **ولو بسطنا المقال علی کل صورۃ لطال الکلام و تقاصی المرام . ولسنا ھنا لک بصدد ذلک** (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دور ہوجائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ت)
(فتاوی رضویہ قدیم ۔۔منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ،جدید جلد ۵

ص ٤٦٠، ٤٦١، ٤٦٢)
حافظ ابن حجر عسقلانی نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب سے لگایا جاتا ہے اور قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاتا کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہتا ہے۔ لیکن علمائے حدیث کو ایسا قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس کیساتھ وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے متمیز کر لیتے ہیں اور یہ ملکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو۔ اس کا ذہن روشن ہو اور اس کا فہم قوی ہو اور وہ حدیث موضوع کے قرآئن سے اس کی معرفت حاصل کرے اور کبھی حدیث کے وضع کا علم واضع کے اقرار سے ہو جاتا جیسے ابن دقیق العید نے کہا: لیکن یہ بات قطعی نہیں ہے کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں بھی جھوٹا ہو اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ واضع کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا حالانکہ ابن دقیق کی یہ مراد نہیں ہے۔ انہوں نے تو صرف قطعیت کی نفی کی ہے اور کسی حدیث پر قطعیت کے ساتھ موضوع ہونے کا حکم نہ لگانے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ اس پر ظن غالب سے بھی موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا جائے اور یہاں معاملہ اسی طرح ہے اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قاتل کے اقرار سے اس کو قتل کرنا اور زنا کے معترف کو رجم کرنا بھی جائز نہ ہوتا کیونکہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں۔ (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ٦٩، ٧٠)

متروك:

طعن راوی کا دوسرا سبب اتہام کذب ہے اور راوی اگر متہم بالکذب ہو تو اس کی حدیث متروک ہوگی حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔

القسم الثانی من اقسام المردود وھو ما یکون بسبب تھمۃ الراوی بالکذب. (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ٧٣)

(ترجمہ) مردود کی دوسری قسم وہ حدیث ہے جو راوی میں کذب کی تہمت کی وجہ سے رد کی جاتی ہو اسے متروک کہتے ہیں حافظ ابن حجر کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ حدیث صرف اس طریق پر مروی ہو اور قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔

(۲) اسی طرح اس شخص کی روایت بھی متروک ہوگی جو اپنے کلام میں کذب کے لئے معروف ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کے جھوٹ کا واضع ہونا ظاہر نہ ہو۔

منکر:

منکر کی تعریف کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں:

فمن فحش غلطه او کثرت غفلته او ظهر فسقه فحدیثه منکر.

(شرح نزھۃ النظرمع نخبۃ الفکر ص ۷۳)

(ترجمہ) اگر راوی فحش غلطی یا کثرت غفلت کا مرتکب ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو جائے تو اس کی حدیث منکر ہوگی۔

منکر اور شاذ کا فرق: دونوں میں من وجہ کی نسبت ہے۔ مخالفت دونوں میں شرط ہے فرق یہ ہے کہ شاذ کا راوی مقبول ہوتا ہے اور منکر کا راوی ضعیف۔ حافظ ابن صلاح منکر و شاذ میں فرق نہیں کرتے اور دونوں کو مترادف قرار دیتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر محدثین حافظ ابن صلاح سے اختلاف کرتے ہیں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ''جس نے منکر و شاذ دونوں کو ایک سمجھا اس نے غفلت کا ثبوت دیا۔

حدیث معلل:

لغوی تعریف: والمعلل لغة ما فیه علة .

(نزھۃ النظرمع شرح نخبۃ الفکر ص ۳۲)

(ترجمہ) معلل کے لغوی معنی اس چیز کے ہیں جس میں بیماری ہو۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں: **ان اطلع علی الوهم بالقرآئن الدالة علی وهم راویه من وصل مرسل او منقطع او ادخال حدیث فی حدیث اونحو ذلک من الاشیاء القادحة و تحصل معرفة ذلک بکثرة التتبع وجمع الطرق فهذا هو المعلل.**

(شرح نزھۃ النظرمع نخبۃ الفکر ص ۷۳،۷۴)

(ترجمہ) اگر قرائن سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اس قسم کے اوہام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا یا موقوف کو مرفوع قرار دینا) جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں تو یہ حدیث معلل ہے۔ اور اسکی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کرلیا جائے۔

حدیث کی علت معلوم کرنے کے لئے فہم دقیق، وسعت علم اور مضبوط قوت حافظہ کی ضرورت ہے اس لئے کہ یہ علت ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا پتہ بسا اوقات علوم حدیث میں مہارت رکھنے والوں کو بھی نہیں چلتا۔

حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ یہ حدیث کے نہایت دقیق اور مشکل علوم میں سے ہے۔ علت کی پہچان میں صرف وہی شخص ماہر ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے روشن دماغی، قوت حافظہ و مراتب رواۃ کی پہچان اور اسانید اور متون میں مہارت تامہ سے نوازا ہو۔

(شرح نزھۃ النظر مع نحبۃ الفکر ص ۷۵)

حدیث معلل کی معرفت: بعض اوقات القاء ربانی اور شرح صدر کی بنا پر بھی حدیث کی کسی خفیہ علت کا پتہ چل جاتا ہے حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معلل کی عبارت اس کے دعوی پر دلیل قائم کرنے سے قاصر ہوتی ہے جیسے صراف درہم و دینار کی پرکھ میں کھوٹ کو پہچانتا ہے لیکن نشاندہی نہیں کرسکتا۔

(شرح نزھۃ النظر مع نحبۃ الفکر ص ۷۵)

علامہ جلال الدین سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں کہ جب عبدالرحمن بن مہدی سے کہا گیا کہ آپ کسی حدیث کو صحیح اور کسی کو ضعیف ٹھہراتے ہیں آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا اگر تم کسی صراف کو اپنے درہم و دینار دکھاؤ اور وہ کہے یہ کھرے ہیں یہ کھوٹے ہیں تو آیا تم اس کی بات تسلیم کرو گے یا اس کی دلیل طلب کرو گے؟ سائل نے کہا میں اس کی بات مان لونگا۔ عبدالرحمن نے کہا تو حدیث کا معاملہ بھی اس طرز کا ہے کیونکہ اس میں طویل صحبت مناظرہ وطویل علمی نشستوں اور مہارت کی ضرورت ہے۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص ۱۶۴، ۱۶۵)

اس طرح امام حاکم معرفۃ علوم الحدیث اور امام سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ ''عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ حدیث کی ایک پہچان الہام ہے اگر تم علل حدیث کے عالم سے کہو کہ فلاں حدیث کے معلل ہونے کی کیا وجہ ہے تو وہ اس کا جواب نہ دے سکے گا۔

مخالفت ثقات: طعن راوی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے اس مخالفت کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت میں اسے ایک الگ نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ محدثین نے ہر ایک قسم کو تفصیلاً بیان کیا ہے ہم یہاں مختصراً بیان کریں گے۔

مخالفت کی اقسام : مخالفت ثقات کی چھ قسمیں ہے:
(۱) مدرج (۲) مقلوب (۳) مزید فی متصل الاسانید (۴) مضطرب (۵) مصحف ومحرف
مدرج :
لغوی تعریف : مُدرَج اَدرَجَ سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ملانے اور شامل کرنے کے ہیں۔
اصطلاحی تعریف: جس حدیث کی سند یا متن میں ایسے اضافے کا پتہ چلے جو دراصل اس میں سے نہ ہو وہ حدیث مدرج ہے۔
مدرج کی اقسام : محدثین کے مطابق مدرج کا تعلق سند سے ہوگا یا متن سے اس لحاظ سے مدرج کی دو قسمیں ہیں (۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج المتن
مدرج الاسناد: اگر سند میں ایسا تغیر واقع ہو جس کی وجہ سے ثقہ راوی کی مخالفت ہو تو وہ روایت مدرج الاسناد کہلائے گی حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں:
ان كانت واقعة بسبب تغير السياق اى سياق الاسناد فالوا قع فيه ذلك التغير هو مدرج الاسناد . (شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ٧٦)
(ترجمہ) اگر مخالفت ثقات اسناد کے سیاق کو تبدیل کرنے سے واقع ہوئی تو یہ تبدیلی مدرج الاسناد کہلائے گی۔
مدرج الاسناد کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں
(۱) ایک راوی متعدد مشائخ سے ایک حدیث مختلف سندوں سے سنے پھر ان تمام سندوں کو ملا کر ایک سند بنا کر حدیث روایت کرے۔
(۲) ایک راوی ایک حدیث کسی سند سے بیان کرے لیکن متن کا کچھ حصہ کسی دوسری سند سے روایت کرے پھر اس راوی سے پوری حدیث کوئی ایک ہی سند سے بیان کر دے۔
(۳) ایک راوی اپنے شیخ سے ایک حدیث سنے اور اسی حدیث کے بعض حصے کو شیخ کے شیخ سے بلواسطہ سنے اور یہ راوی پوری روایت کو شیخ الشیخ سے روایت کرے اور واسطے کو حذف کر دے۔
(۴) شیخ کوئی سند بیان کرے پھر اس کا متن بیان کرنے سے پہلے خود اپنی طرف سے کوئی بات بیان کرے اور شاگرد غلط فہمی میں اسے متن کا حصہ سمجھے اور اسی طرح روایت کر دے۔

(شرح نزهة النظر مع نحبة الفکر ص ۷۵)

مدرج المتن: حافظ ابن حجر عسقلانی نزهة النظر میں لکھتے ہیں۔ متن حدیث میں ایسا کلام واقع ہو جو اصل میں اسکا حصہ نہ ہو۔ یہ ادراج کبھی حدیث کی ابتداء میں کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں واقع ہوتا ہے اور زیادہ تر آخر میں ہوتا ہے۔ اسلئے کہ وہ ایک جملہ پر جملہ کے عطف کے ذریعے واقع ہوتا ہے یا صحابہ و تابعین کے موقوف کلام کو نبی کریم ﷺ کے کلام کے ساتھ بلا فصل ملانے کا طریقہ اختیار کیا ہو تو یہ مدرج المتن ہے۔

مدرج کی معرفت: ادراج کی معرفت مندرجہ ذیل وجہ سے ہو سکتی ہے۔

(۱) ایسی حدیث کا موجود ہونا جو ادراج سے محفوظ ہو اور اس سے واضح ہو جائے کہ اصل الفاظ یہ ہیں اور مدرج کلام یہ ہے۔

(۲) راوی کی تصریح سے پتہ چل جائے کہ حدیث میں فلاں کلام کا ادراج ہے۔

(۳) کوئی بڑا محدث ادراج کی نشاندہی کرے۔

(۴) حدیث کے سیاق سے ادراج کا پتہ چلے۔

(۵) حضور اکرم ﷺ سے اس قسم کا کلام صادر ہونا ناممکن ہو۔

مقلوب:

لغوی تعریف: مَقْلُوْب قَلْبٌ کا اسم مفعول ہے اور اس کے معنی ہیں کسی شے کو الٹا کرنا یعنی رخ سے پلٹ دینا۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح میں حدیث مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یا متن میں الٹ پھیر یعنی تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ **ان کانت المخالفة بتقديم او تاخير اى فى الاسماء كمرة بن كعب و كعب بن مرة لان اسم احدهما اسم ابى الاخر فهذا هو المقلوب.** (شرح نزهة النظر مع نحبة الفکر ص ۸۰)

(ترجمہ) اگر مخالفت تقدیم و تاخیر یعنی اسماء میں ہو جیسے مرہ بن کعب کو کعب بن مرہ کہنا۔ کیونکہ ان میں سے ایک کا نام دوسرے کے باپ کا ہے یہ مقلوب ہے۔

لیکن یہ تعریف مقلوب السند پر صادق آتی ہے جب کہ کبھی کبھار متن میں بھی تقدیم و تاخیر ہوتی ہے اس لحاظ سے مقلوب کی دو قسمیں ہیں

(۱) مقلوب السند (۲) مقلوب المتن

مقلوب کی جامع تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ وہ حدیث جس میں راوی نے سند یا متن میں بھول کر یا جان بوجھ کر تبدیلی کر دی ہو۔

مقلوب السند : اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک تو وہ جو مندرجہ بالا مضمون میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی یعنی کہ ایک راوی کے نام اور اس کے باپ کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دی ہو جیسے ایک حدیث مروی ہو کعب بن مرہ سے اور اس کو روایت کرنے والا اس طرح روایت کرے عن مرۃ بن کعب

(۲) راوی ایک شخص کو دوسرے سے بدل دے تا کہ وہ اجنبی ہو جائے اور کوئی معلوم نہ کر سکے جیسے ایک مشہور حدیث مروی ہو سالم سے لیکن راوی اسے نافع سے بیان کرے۔

مقلوب المتن : وہ حدیث جس کے متن میں تقدیم و تاخیر واقع ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(۱) راوی متن حدیث کے کسی حصے میں تقدیم و تاخیر کر دے۔

(۲) راوی ایک حدیث کے متن کو کسی دوسری سند کے ساتھ لگا دے اور اس کی سند کو کسی اور متن کے ساتھ ملا دے۔ یہ امتحان لینے یا اس جیسے کسی مقصد کے لئے کیا جاتا ہے۔

اس بارے میں امام بخاری کا مشہور واقعہ علامہ شریف الحق امجدی نزہۃ القاری میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ جب امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے ان کے حافظے و وسعت علم کا امتحان لینا چاہا۔ اس کے لئے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں ردّ و بدل کر کے انہیں جانچا جائے چنانچہ سو احادیث میں سے ہر ایک کے متن کو دوسری کی سند کے ساتھ اور دوسری کی سند کو اس کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دس آدمی سوال کرنے کے لئے منتخب ہوئے۔ ایک ایک شخص کو دس دس حدیثیں دی گئیں، ایک تاریخ مقرر ہوئی، اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مجلس عام میں تشریف لائے اور ہزار ہا ہزار محدثین، فقہا، عوام و خواص شریک ہوئے۔ جب مجمع پر سکون ہو گیا تو حسب قرار داد ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ایک ایک کر کے اپنی دسوں حدیثوں کو پڑھا۔ ہر حدیث کے سننے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے تھے میں اسے نہیں پہچانتا۔ اس طرح دسوں آدمیوں نے باری باری کھڑے ہو کر اپنے اپنے سوال کو دہرایا۔ سب کا جواب یہ تھا کہ

میں اسے نہیں جانتا۔اس پر بے علم خوش ہوئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ واقعی ان احادیث کونہیں جانتے مگر اہل علم جان گئے کہ معاملہ کیا ہے۔جب دسوں آدمی بیٹھ گئے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے شخص سے فرمایا۔آپ نے جو پہلی حدیث پڑھی تھی ۔وہ اس طرح نہیں۔صحیح یوں ہے اس متن کی سند یہ ہے،جس ترتیب سے اس نے پیش کی تھی اسی ترتیب سے ہرایک کی تصحیح کرتے گئے۔یہاں تک کہ دسوں آدمیوں کی بیان کردہ سواحادیث پر اسی ترتیب سے کلام فرمایا۔جس ترتیب سے ان لوگوں نے سوال کیا تھا۔جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوئے تو تمام مجلس سے تحسین وآفریں کا شور اٹھا اور حاضرین نے امام بخاری کے خداداد فضل وکمال کا لوہا مان لیا اسی موقع پر کسی زندہ دل نے کہا ھٰذا کبش نطاح ۔ یعنی یہ زبردست سینگ مارنے والا مینڈھا ہے۔

(مقدمہ نزھۃ القاری شرح بخاری ج۱ ص ٥٤،مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ ص ٥٥ ،شرح نخبۃ الفکر لملّا علی قاری ص٤٧٦، ٤٨٧، طبقات الکبریٰ الشافعیۃ ج۲ ص٦)

حدیث مقلوب کی پہچان کے لئے وسعت علم اور روایات و اسانید میں مہارت تامہ کی ضرورت ہے حدیث مقلوب میں راویوں کے قلب کی وجہ مختلف ہے اسی لحاظ سے اس کا حکم بھی مختلف ہے۔

(۱) **قصد الاغراب** : اگر قلب کا مقصد یہ ہو کہ حدیث کو عجیب وغریب اوراجنبیت کے انداز میں بیان کرنا ہے یعنی حدیث کو نیا رنگ دینا چاہے تو جاننا چاہیے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے۔

(۲) **قصد الامتحان** : اگر قلب کا مقصد یہ ہو کہ کسی محدث کا امتحان لیا جائے تاکہ لوگوں پر اس کی عظمت ظاہر ہو جائے تو یہ جائز ہے لیکن اگر کسی محدث کا امتحان لینے کا مقصد یہ ہو کہ وہ عوام کے سامنے شرمندہ ہو جائے تو اس صورت میں قلب کرنا ناجائز ہوگا۔

(۳) **وقوع فی الخطاء**: اگر قلب بغیر قصد وارادے کے غلطی سے واقع ہو جائے تو اپنی غلطی میں ایسا کرنے والے کو معذور سمجھا جائے گا لیکن اگر اس طرح کا قلب راوی سے بکثرت پایا جائے تو راوی ضعیف ہو جائے گا۔

المزید فی متصل الاسانید: حافظ ابن حجر اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔و ان کانت المخالفة بزیادة راوفی اثناء الاسناد.

(شرح نزھة النظر مع نخبة الفکر ص ۸۰)

(ترجمہ) اگر مخالفت یوں ہو کہ اثنائے اسناد میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو۔

اس کی مثال میں ملا علی قاری شرح نخبة الفکر میں لکھتے ہیں۔

ما روی عن ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبدالرحمان بن یزید قال حدثنی بسر بن عبیدالله قال سمعت ابا ادریس یقول سمعت واثلة بن الاسقع یقول سمعت ابا مرثد الغنوی یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها.

(شرح نخبة الفکر لملا علی قاری ص ۷۹)

(ترجمہ) عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ وہ کہتے کہ ہم سے سفیان نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کیا وہ کہتے کہ مجھ سے بسر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ابوادریس کو کہتے سنا کہ میں نے واثلہ کو کہتے سنا کہ انہوں نے ابومرثد کو کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

اس حدیث میں دو جگہ زیادتی کی گئی ہے۔پہلی جگہ میں لفظ سفیان ہے اور دوسری جگہ میں لفظ ابوادریس ہے اور زیادتی کا سبب وہم ہے۔لفظ سفیان کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ ابن المبارک سے سننے والے کا وہم ہے۔ کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابن المبارک سے عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے روایت کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن المبارک نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا ہے۔لہٰذا متعین ہو گیا کہ درمیان میں سفیان کا لفظ زائد ہے اور لفظ ابوادریس کی زیادتی یہ ابن المبارک کا وہم ہے۔ کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کیا ہے اور ابو ادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض ثقہ راویوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بسر بن عبیداللہ نے واثلہ سے سمع کیا ہے پس ظاہر ہو گیا کہ درمیان میں ابوادریس کا ذکر زائد ہے۔اس کا منشاءِ وہم یہ ہے کہ ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ اکثر بسر بن عبداللہ، ابوادریس سے روایت کرتے

ہیں۔ اس لئے ابن المبارک کو وہم ہوا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ بسر نے اس کو بھی ابوادریس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہاں بسر نے واثلہ سے سماع کیا تھا۔

مضطرب:

لغوی تعریف: مُضطرِب اِضطِرابٌ سے اسم فاعل ہے کہا جاتا ہے اضطرب الموج یعنی موج ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہے۔ کسی چیز کا اضطراب اس کا حرکت میں آنا ہے اور معاملہ مضطرب ہونے کے معنیٰ اس میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔

ان كانت المخالفة بابداله اى الراوى ولا مرجح لاحدى الروايتين على الاخرى فهذا هو المضطرب. (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ۸۱)

(ترجمہ) اگر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی بدل دینے سے مخالفت ثابت ہو اور دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہ دی جاسکے تو یہ حدیث مضطرب ہے۔

حافظ ابن الصلاح علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔ مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف سندوں سے مروی ہو یا ان کی روایت مختلف ہو اور وہ سندیں مساوی قوت کی ہوں

(علوم الحدیث)

مضطرب کی اقسام: حدیث مضطرب کی دو اقسام ہیں (۱) مضطرب السند (۲) مضطرب المتن

مضطرب السند: اگر اضطراب سند میں ہو تو یہ حدیث مضطرب السند کہلائے گی۔

حافظ ابن حجر نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔ **وهو يقع فى الاسناد غالبا و قد يقع فى المتن لكن قل ان يحكم المحدث على الحديث باضطراب بالنسبه الى الاختلاف فى المتن دون الاسناد.** (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ص ۸۱)

(ترجمہ) اور یہ اسناد میں اکثر واقع ہوتا ہے اور کبھی متن میں بھی ہوتا ہے لیکن ایسا کم ہوتا ہے کہ محدث کسی حدیث کے بارے میں سند کو چھوڑ کر صرف متن پر اضطراب کا فیصلہ کرے۔

مضطرب السند کی مثال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث چلی آرہی ہے۔ **عن ابى بكر انه قال يارسول الله اراك شبت**

قال شیبتنی هو دواخواتها .

(ترجمہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سورہ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں یہ حدیث مضطرب ہے یہ صرف ابو اسحاق کی سند سے مروی ہے اور ابو اسحاق پر دس کے قریب وجوہات سے اختلاف کیا گیا ہے بعض نے اسے مرسل بیان کیا ہے بعض نے اسے موصول بیان کیا بعض نے اسے مسند ابی بکر بتایا بعض نے مسند سعد کا حوالہ دیا اور بعض نے مسند عائشہ میں شمار کیا اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اس لئے کسی روایت کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

جو شخص ایسی مختلف احادیث پر غور کرتا ہے بعض اوقات یہ سوچتا ہے کہ حدیث کے دس مختلف طرق سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث صحیح نہ ہو اس لئے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں ان کی صداقت وثقاہت اس حد تک ہم رنگ ہے کہ ان روایات میں ترجیح کا امکان نہیں یہ سوچ بظاہر صحیح نظر آتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ کسی حدیث پر عند التعارض جو حکم لگایا جاتا ہے وہ اس کو کئی درجات میں تقسیم کر دیتا ہے مثلاً وہ حدیث جس کے راوی کے شیوخ میں اختلاف نہ پایا جاتا ہو اس حدیث کی نسبت زیادہ قوت والی ہوگی جس میں یہ اختلاف پایا جائے گا۔ اس لئے سند میں اضطراب کو ضعف کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

مضطرب المتن:

اگر اضطراب متن میں ہو تو یہ حدیث مضطرب المتن کہلائے گی۔

مضطرب المتن کی مثال: عن فاطمة بنت قيس قالت سألت او سئل النبي ﷺ عن الزكوٰة فقال ان في المال لحقا سوى الزكوٰة.

(ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء ان فی المال حقاً سوی الزکاۃ ج ۱ ص ۲٦٠)

(ترجمہ) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہیں۔

امام ترمذی نے اصل حدیث کو جس سند سے بیان کیا ابن ماجہ نے بھی اسی سند سے بیان کیا

لیکن اس میں الفاظ یہ ہیں۔ لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ.
(ترجمہ) مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔

مصحف و محرف:

لغوی تعریف: مُصَحَّف تَصْحِيْفٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں صحیفہ کو پڑھنے میں غلطی کرنا۔ مُحَرَّف تَحْرِيْفٌ سے ہے جس کے معنی تبدیلی کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔

ان كانت المخالفة الثقات بتغير حرف اوحروف مع بقاء صورة الخط فى السياق فان كا ن ذلک بالنسبة الى النقط فالمصحف وان كان بالنسبة الى الشكل فالمحرف . (شرح نزهة النظر مع نجبة الفكر ص ٨٢)

(ترجمہ) جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

حافظ ابن الصلاح تصحیف کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں

(۱) تصحیف فی السند (۲) تصحیف فی المتن

تصحيف فى السند : تصحیف فی السند یہ ہے کہ سند کے راوی کے نام میں تبدیلی ہو جائے۔

مثال : اس کی مثال یہ حدیث ہے۔ **شعبة عن العوام بن مراجم عن ابى عثمان النهدى عن عثمان بن عفان قال قال رسول الله ﷺ لتؤدن الحقوق الى اهلها حتى يقاد لشاة الجلحاء من الشاة القر نا ء** ۔

(رواه مسلم بسند آخر كتاب البر والصلة والادب باب تحريم الظلم ج۲ ص ۳۲۰، مشكوٰة كتاب السلام باب الظلم ص ٤٣٥)

(ترجمہ) شعبہ عوام بن مراجم سے وہ ابو عثمان النہدی سے اور وہ عثمان بن عفان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مستحقین کو ان کے حقوق ضرور دیئے جائیں گے حتی کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔

شعبہ کی اس حدیث میں جو عوام بن مراجم سے بیان کرتے ہیں۔ ابن معین نے اس میں

تصحیف کی ہے اسے ابن مزاحم بالزاو الحاء پڑھا۔
تصحیف فی المتن : تصحیف فی المتن یہ ہے کہ راوی متن میں تبدیلی کر دے۔
تصحیف کی مثال : اس کی مثال یہ حدیث ہے۔ابن لهیعة عن کتاب موسیٰ بن عقبة الیه باسناده عن زید بن ثابت ان رسول الله احتجر فی المسجد۔

(کتاب ص)
(ترجمہ) ابن لھیعہ نے موسیٰ بن عقبہ کی کتاب نیز ان کی سند زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں حجرہ بنایا۔
اس میں تصحیف کرتے ہوئے احتجم فی المسجد کہہ دیا گیا یعنی احتجر کی جگہ احتجم کا لفظ بول دیا گیا۔تصحیف کی ان دو بڑی قسموں کے علاوہ مزید قسمیں بھی ہیں۔مثلاً تصحیف البصر،تصحیف السمع وغیرہ۔
محرف کی مثال : اس کی مثال یہ حدیث ہے۔ عن جابر قال رمی ابیّ یوم الاحزاب علی اکحله فکواه رسول الله ﷺ ۔(اخرجه مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء ج ۲ ص ۲۲۵ و احمد ج۳ص۳۶، النهایة ج٤ ص ٤ مشکوٰۃ کتاب الطب ص ۳۸۷)
(ترجمہ) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ آپ نے فرمایا جنگ احزاب میں ابی بن کعب کو اکحل (بازو یا ہاتھ کی ایک رگ) پر تیر لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے داغا۔
غندر نامی راوی نے اُبَیّ کو اَبِیْ (میرا باپ) پڑھا حالانکہ جابر رضی اللہ عنہ کے والد اس سے قبل غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے۔(شرح نخبة الفکر لملّا علی قاری ص ٤٩٠)

شاذو محفوظ:

تعریف : حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔فان خولف بارجح منه لمزید ضبط او کثرة عدد او غیر ذلک من وجوه الترجیحات فالراجح یقال له المحفوظ و مقابله و هو المرجوح یقال له الشاذ۔

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ٤٩)
(ترجمہ) اگر اپنے سے زیادہ راجح کی مخالفت کی گئی اس حال میں کہ راجح میں ضبط کی زیادتی ہو یا راویوں کی تعداد کثیر ہو یا وجوہ ترجیحات میں دیگر وجوہ (مثلاً راوی کا فقیہ،علو سند، یا اس

روایت کا اس کتاب میں ہونا جوامت کے نزدیک مقبول ہیں) تو ایسی صورت میں راجح کی روایت کو محفوظ اور اس کے مقابلے میں مرجوح کو شاذ کہا جائے گا۔

مثال: اس کی مثال یہ حدیث ہے جسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

۔عن ابن عینیة عن عمرو بن دینار عن عوسجة عن ابن عباس أن رجلا توفی علی عهد رسول الله ﷺ ولم یدع وارثا الا مولی هو اعتقه فاعطاه النبی ﷺ میراثه.

(ترمذی کتاب الفرائض باب ما جاء فی الذی یموت ولیس له وارث ج ۱ ص ۴۷۵، ابن ماجة ابواب الفرائض باب من لا وارث له ص ۱۹۷ مشکوٰة المصابیح باب الفرائض الفصل الثانی ص ۲۶۵)

(ترجمہ) ابن عیینہ عمرو بن دینار سے اور وہ بذریعہ عوسجہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے عہد میں فوت ہوا اور اس نے اپنے پیچھے آزاد کردہ غلام کے سوا کوئی وارث نہ چھوڑا تو نبی پاک ﷺ نے اس کی وراثت اس آزاد کردہ غلام کو دے دی۔

اختصار الحدیث:

تعریف: محدثین کی اصطلاح میں اختصار الحدیث یہ ہے کہ محدث حدیث کے صرف ایک حصے کو روایت کرے۔

اس کے بارے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے اس کی اجازت نہیں دی اور اکثر حضرات نے اس کی اجازت دی ہے۔ امر محقق یہ ہے کہ اگر اختصار یعنی بعض حصے کی نقل سے معنی اور مراد مقصود میں خلل واقع نہ ہو تو اجازت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نزهة النظر میں لکھتے ہیں: اما اختصار الحدیث فالا کثرون علی جواز بشرط ان یکون الذی یختصره عالما لان العالم لا ینقص من الحدیث الا ما لا تعلق له بما یبقیه منه بحیث لا تختلف الدلالة ولا یختل البیان حتی یکون المذکور و المحذوف بمنزلة خبرین او یدل ما ذکره علی ما حذفه بخلاف الجاهل فانه قد ینقص ما له تعلق کترک الاستثناء. (شرح نزهة النظر مع نخبة الفکر ۸۳)

(ترجمہ) اختصار حدیث کو اکثر محدثین نے جائز رکھا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اختصار کرنے والا صاحب علم ہو کیونکہ عالم فقط ان الفاظ کو حذف کرے گا جن کا تعلق بقیہ الفاظ سے نہ ہوگا اور اس طرح دلالت بیان اور حدیث کے حکم پر کوئی فرق واقع نہ ہوگا یہاں تک کہ محذوف و مذکور دو خبریں قرار پائیں گی یا وہ اس صورت میں اختصار کرے گا کہ جس حصے کو وہ بیان کر رہا ہے وہ محذوف حصے پر دلالت کرے بخلاف جاہل کے۔ کہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ متعلقہ حصے کو حذف کر دے جیسے استثناء کا ترک کرنا۔

روایت بالمعنی:

تعریف : روایت بالمعنی یہ ہے کہ راوی روایت کے الفاظ کے بجائے معانی کو اپنے الفاظ میں بیان کرے۔

یہ امر غور طلب ہے کہ روایت بالمعنی جائز ہے یا نہیں کیونکہ احوط تو یہی ہے کہ الفاظ نہ بدلے جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ترتیب الفاظ میں جو حکمتیں ہیں ان کو اللہ تبارک تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں "روایت بالمعنی میں اختلاف مشہور ہے اور اکثر کے نزدیک جائز ہے اور ان کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عجمیوں میں سے جو شخص عربی زبان کا عالم ہو اس کے لئے شریعت کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنا جائز ہے اور جب ایک عربی لفظ کو دوسری لغت کے لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا جائز ہے تو عربی لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مفردات میں جائز ہے (مثلاً لیث کی جگہ اسد کہنا) اور مرکبات میں جائز نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ جس شخص کو لفظ مستحضر ہو اور وہ اس میں تصرف پر قادر ہو اس کے لئے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اسکے لئے جائز ہے جس کو حدیث حفظ ہو اور وہ اس کے الفاظ بھول گیا ہو اور اس کا معنی ذہن میں مرتسم ہو۔ اس کے لئے روایت بالمعنی اس لیے جائز ہے تا کہ وہ حکم کا حامل ہو سکے اور تمام بحث جواز اور عدم جواز میں ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ بیان کرنا اولیٰ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ روایت بالمعنی کا دروازہ بند کرنا چاہیے تا کہ وہ شخص روایت بالمعنی کی جرأت نہ کرے جس کو الفاظ عربیہ اور ان کے متبادل الفاظ بولنے کا ملکہ نہیں ہے۔

(شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ۸٤)

روایت بالمعنی میں ضروری یہ ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جو احتیاط ظاہر کریں جیسے او کما قال او کما ورد وغیرہ، ابن مسعود ، ابوالدرداء اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے اسی طرح کے الفاظ مروی ہیں صحابہ جو کہ اہل زبان تھے اور کلام کے معانی کو سمجھنے میں ساری مخلوق سے زیادہ عالم تھے اس طرح کے جملے صرف خطاء کے خوف سے نہیں کہتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ روایت بالمعنی میں کیا خطرات ہیں۔

غریب الحدیث :

لغوی تعریف :غَرِیب غَرُبَ سے مشتق ہے جس کے معنی اکیلا کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: محدثین کے ہاں غریب الحدیث سے مراد حدیث کے ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی واضح نہ ہوں حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں نزھة النظر میں لکھتے ہیں۔ اگر حدیث کا مفہوم اس لئے مخفی ہو کہ لفظ بہت کم استعمال ہوا ہے تو شرح الغریب کے سلسلے میں جو تصانیف ہیں ان کی طرف رجوع کیا جائیگا۔

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ٨٤)

غریب الحدیث کو حدیث کی اس قسم کے ساتھ ملتبس نہیں کرنا چاہیے جو فرد اور غریب کی بحث میں گزر چکی ہے۔ غریب الحدیث سے مراد وہ ابہام ہے جو کسی حدیث کے مفہوم کو متعین کرنے کے سلسلے میں پیدا ہوتا ہے محدثین کے ہاں اس کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور الفاظ کے معنی متعین کرنے کے سلسلے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے غریب الحدیث کے ایک لفظ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ "غریب الحدیث کے علماء سے پوچھو کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے قول پر اپنے گمان کے مطابق بات کر کے خطا کا ارتکاب کروں۔

(شرح نخبة الفكر لملاعلی قاری ص٢٠٥)

اسی لئے حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ یہ ایک اہم علم ہے جس سے ناواقفیت اصحاب حدیث کے لئے خاص طور پر اور اہل علم کے لئے عام طور پر ناپسند کی جاتی ہے اس میں غور فکر کرنا آسان نہیں اور اس میں انہماک رکھنے والے کے لئے تحقیق و جستجو ضروری اور احتیاط مناسب ہے۔

جهالة بالراوی : طعن راوی کا آٹھواں سبب ہے۔ یعنی راوی کی ذاتی یا صفاتی حالت

کا غیر معلوم اور غیر معروف ہونا ہے اسباب جہالت تین ہیں (۱) راوی کا قلیل الروایت ہونا (۲) عدم تسمیہ (۳) راوی کا غیر معروف صفت کے ساتھ ذکر کرنا۔

(۱) راوی کا قلیل الروایت ہونا: راوی مجہول اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے بہت کم روایات مروی ہوتیں ہیں۔ ایسے راوی کا نام لینے کے باوجود راوی میں جہل پایا جاتا ہے کیونکہ ایسے راوی سے استفادہ کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے راوی کا حال معلوم کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

(۲) عدم تسمیہ: راوی کا کہنا کہ مجھے فلاں نے خبر دی بھی جہالت کا سبب بنتا ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ یہ فلاں کون ہے مثلاً راوی کا یہ کہنا ''کہ اخبرنی فلان یا اخبرنی شیخ یا اخبرنی رجل''۔

(۳) راوی کا غیر معروف صفت کے ساتھ ذکر کرنا: راوی کا غیر معروف نام یا اس کی غیر معروف کنیت یا غیر معروف لقب یا غیر معروف صفت یا غیر معروف پیشے سے ذکر کرنے کی وجہ سے بھی راوی میں جہالت آجاتی ہے۔ مثلاً محمد بن سائب بن بشر الکلبی ان کو بعض نے دادا کی طرف نسبت دے کر یوں ذکر کر دیا محمد بن بشر۔ بعض نے ان کی کنیت ابو النصر ذکر کی بعض نے کنیت ابو سعید بتائی اور بعض نے ابو ھشام۔ بس گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ سب الگ الگ شخصیات کے نام ہیں لیکن دراصل یہ شخص واحد ہیں مثلاً حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبدالرحمٰن کے نام سے ذکر کیا جائے تو کم ہی لوگ پہچان سکتے ہیں۔ محدثین نے ایسے راویوں کی وضاحت کے لئے جو تصانیف تحریر فرمائیں ہیں انہیں ''مُوضِح'' کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں مذکورہ وہموں کی وضاحت کی گئی ہے۔

مبہم راوی کی حدیث: جس حدیث کے راوی کی صراحت نہ ہو اس کو بھی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ضعیف کی قسم ہے اس کی مثال یہ حدیث ہے جسے مسلم نے ابوھریرہ اور ترمذی نے حضرت علی و ابن عباس اور ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے نقل کیا ہے۔ قال خطبنا رسول الله ﷺ فقال یا ایھا النا س قد فرض الله علیکم الحج فحجو افقال رجل أ کل عام یا رسول الله ﷺ فسکت حتی فقالھا ثلاثا فقال رسول الله لوقلت نعم لو جبت ولما

استطعتم ۔(مسلم، ترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج ج ۱ ص ۲۸۹)

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا! اے لوگو اللہ عزوجل نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا حج کرو۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال کرنا ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور اسنے تین مرتبہ دہرایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ فرض ہو جاتا اور تم اسکی استطاعت نہ رکھتے۔

اس حدیث میں رجل سے ابہام پیدا ہوا ہے۔ تو دوسری حدیث مبارک سے جسے عبداللہ بن عباس نے روایت کیا اور ابوداؤد شریف میں نقل کی گئی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ وہ شخص اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

مجہول راوی کی حدیث : اسباب جہالت پیچھے بیان کئے جاچکے روایت کرنے کے اعتبار سے مجہول راوی کی دو (۲) قسمیں ہیں۔

(۱) مجہول العین ۔(۲) مجہول الحال۔

(۱) **مجہول العین :** حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان سمی الراوی و انفرد راو واحد بالروایة عنه فهو مجهول العین کالمبهم الا ان یوثقه غیر من ینفرد به عنه علی الا صح و کذا من ینفرد عنه اذا کان متأهلا لذ لک .

(نزهة النظر مع شرحه نخبة الفکر لملا علی قاری ص ۵۱۶)۔

(ترجمہ) اگر مروی عنہ موسوم ہو اور اس سے صرف ایک راوی روایت کرے تو وہ مروی عنہ مبہم کی طرح مجہول العین ہوگا مگر یہ کہ اس راوی کے علاوہ کوئی اس کی توثیق کرے جو اس سے منفرد نہ ہو صحیح قول پر۔ اسی طرح وہ بھی (اس کی توثیق کرے) جو اس سے منفرد ہے اگر اس روایت کا اہل تصور کیا جاتا ہے۔

مجہول العین کی حدیث کا حکم : راوی مجہول العین کی حدیث قابل قبول نہیں ہے لیکن اگر ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی نے اس کی توثیق کی ہو تو وہ حدیث مقبول ہوگی لیکن یہ قاعدہ صحابہ کے ماسوا ہی ہے کیونکہ تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔

مجہول الحال : حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف کرتے ہو لکھتے ہیں۔

ان روی عنہ اثنان فصاعدا ولم یوثق ھومجھول الحال وفھو المستو ر
(شرح نز ھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ۸٤)
(ترجمہ) اگر اس سے دو یا دو سے زائد راوی نام لے کر روایت کریں لیکن اس کی توثیق نہ کریں تو وہ مجہول الحال ہوگا اور وہی مستور ہے۔

مجھول الحال کی حدیث کا حکم ۔ حافظ ابن حجر عقلانی نزھۃ النظر میں لکھتے ہیں۔وقد قبل روایتہ جماعۃ بغیر قیدورذھاالجمھور و التحقیق ان روایۃ المستورونحوہ ممافیہ الاحتمال لا یطلق القول بردّھا ولا بقبولھابل ھی موقوفۃ الی استبانۃ حالہ کما جزم بہ امام الحرمین و نحوہ قول ابن الصلاح فیمن جرح بجرح غیر مفسر .

(شرح نز ھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ۸٤)
(ترجمہ) اور کچھ لوگوں نے بغیر قید کے اس کی روایت کو قبول کیا ہے اور جمہور نے اسے رد کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ مستور کی روایت اور اس کی طرح احتمال والی روایت کے بارے میں مطلق قبول اور رد کی بات نہ کی جائے بلکہ کہا جائے کہ یہ اس کے حالات واضح ہونے پر موقوف ہے جیسا کہ امام الحرمین نے کہا اور اسی کی طرح ابن الصلاح کا قول جس پر غیر واضح جرح کی جائے۔

بدعت :

لغوی تعریف :بِدْعَت بُدْعٌ سے ہے جس کے معنی ایجاد کرنا ابتداء کرنا ہے۔
چند احادیث مبارکہ پڑھیے جن میں یہ اصطلاح استعمال کی گئی۔

(۱)ان اصدق الحدیث کتاب اللّٰہ و احسن الھدی ھدی محمد وشرالامور محدثاتھا و کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النا ر. (نسائی)
(ترجمہ) بلاشبہ سب سے زیادہ سچی بات کلام اللہ اور سب سے اچھی سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سب سے برے امور دین میں نئے ایجاد کردہ امور ہیں ہر ایجاد کردہ شئی بدعت ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کا ایندھن ہے۔

(۲)فاحسن الکلام کلام اللّٰہ واحسن الھدی ھدی محمد الاوایّاکم و

محدثات الامور فان شر الامور محدثاتها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة. (ابن ماجه، المقدمة باب اجتناب البدع و الجدل ص٦)

(ترجمہ) سب سے اچھی بات کلام اللہ عزوجل ہے اور سب سے اچھی سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے دین میں ایجاد کردہ کاموں سے بچو اور سب سے برے امور دین میں نئے ایجاد کردہ امور ہیں ہر ایجاد کردہ شئی بدعت ہے اور یہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) **من سنّ فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیئ و من سن فی الاسلام سنة سیئة فله وزرها وزر من عمل بها من غیر ان ینقص من اوزارهم شیئ**.

(مسلم کتاب الزکاة باب: الحث علی الصدقة و لو بشق تمرة أو کلمة طیبة رقم ١٠١٧، النسائی کتاب الزکاة باب:التحریض علی الصدقة ج١ ص٢٧٤ جامع الاصول ج ٦ ص ٤٥٧ رقم ٤٦٦٣، مشکوة کتاب العلم الفصل الاوّل ص٣٣)

(ترجمہ) جوکوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کریگا اس کو اسکا ثواب ملے گا اور اسکا بھی جو اس پر عمل کریگا اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا بھی گناہ اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت ادا کروا کر فرمایا **نعم البدعة هذه** فتاویٰ شامی کے مقدمے میں فضائل امام اعظم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں' علماء فرماتے ہیں یہ حدیثیں اسلام کے قوانین ہیں جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اسے اس کام میں سارے پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھا طریقہ نکالے اسے قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔ (مقدمة الشامی مطلب، یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل ج١ ص١٤٠)

بدعتی راوی کا حکم ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اسباب طعن کا نواں سبب بیان کرتے ہوئے بدعتی راوی کا حکم بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نزهه النظر میں بدعت سیئہ کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) بدعت مکفرہ (۲) بدعت مفسقہ

(۱) **بدعت مکفرہ :** اللہ عزوجل کو مجسم ماننا جیسا کہ ابن تیمیہ اور اس کے متبعین وھابیہ کا مذہب ہے۔ کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھنا جیسا کے دیوبندیوں اور تبلیغیوں کا عقیدہ ہے یا حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی توہین کرنا یا فرشتوں کو نیکی کی طاقت ماننا اور فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا غرض یہ کہ ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کر کے نیا عقیدہ گھڑ لینا کفر ہے اور ایسے کفر کو بدعت مکفرہ کہتے ہیں ایسے بدعتی کی حدیث مردود ہے اور ایسا بدعتی جہنمی ہے۔

(۲) **بدعت مفسقہ :** وہ اعتقاد ونظریات جو ضلالت اور گمراہی کا باعث ہوں یا ہر وہ کام جس کے ذریعے فرض وواجب یا سنت موکدہ چھوڑ دی جائے بدعت مفسقہ ہے اس کے ارتکاب پر تکفیر نہیں کی جاتی ایسی حدیث کے قبول اور ردّ میں اختلاف ہے۔

بدعت مکفّرہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم : بدعت مکفرّہ کے مرتکب کی حدیث جمہور محدثین قبول نہیں کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مقبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کیلئے کذب کے جائز ہونے کا اعتقاد نہیں کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے۔ ورنہ نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث مردود نہیں ہوتی کیونکہ ہر گروہ یہ دعوی کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے اگر اسی قول کا مطلقاً اعتبار کر لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازمی آئے گی۔ اس لئے معتمد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جسکا دین سے ہونا بداھۃً معلوم ہو اِس کی روایت مردود ہو گی۔ اسی طرح اُس کی روایت بھی مردود ہو گی جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جسکے متعلق بداھۃً معلوم ہو کہ یہ دین کا مخالف ہے اور جو اسطرح کا نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط تام ہو اور اس کے ساتھ وہ متقی اور پرہیز گار بھی ہو تو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے

(شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ۸۷ ـ ۸۸)

بدعت مفسّقہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم : بدعت مفسقہ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں۔ بدعت مفسقہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی اور اس کے ردّ اور قبول میں اختلاف ہے اور ایک قول یہ

ہے کہ اس کے مرتکب کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بعید ہے۔ اس پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس کی روایت قبول کرنے سے اس کے طریقے کی ترویج ہوگی اور اسکی تعظیم ہوگی اس دلیل پر اعتراض یہ ہے کہ پھر بدعتی راوی کی اس روایت کو بھی قبول نہیں کرنا چاہے جس کو روایت کرنے میں غیر بدعتی بھی شریک ہے۔ اور ایک قول یہ ہے اگر کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہوگی کیونکہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کیلئے ہوسکتا ہے وہ روایات میں تحریف کرے اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے اور جو روایت اس کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کردیا جائے گا امام ابوداؤد اور امام نسائی کے شیخ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے اپنی کتاب معرفة الرجال میں اس کی تصریح کی ہے راویوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ ان میں کچھ لوگ حق سے یعنی سنت سے منحرف ہیں لیکن صادق الکلام ہیں تو ان کی غیر منکر حدیث کو قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں بشرطیکہ یہ حدیث انکی بدعت کیلئے باعث تقویت نہ ہو۔

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ۸۹، ۹۰)

سوء حفظ:

اسباب طعن میں دسواں سبب سوء حفظ ہے جسکا تعلق ضبط سے ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) سوء حفظ لازم (۲) سوء حفظ طاری

(۱) **سوء حفظ لازم**: وہ جو راوی میں ہمیشہ سے ہو اور ہر حال میں رہتا ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو بعض محدثین کی اصطلاح میں شاذ کہتے ہیں۔ شاذ کی ایک اور تعریف جو پہلے گزری ہے وہ دوسرے قول کی بنا پر ہے۔ ایسی روایت کو رد کردیا جاتا ہے۔

سوء حفظ طاری: اگر سوء حفظ بڑھاپے کی وجہ سے ہو جیسے جوانی میں اس کی یاداشت صحیح ہو اور بڑھاپے میں یاداشت میں خرابی آجائے یا بڑھاپے کے علاوہ کسی اور وجہ سے یاداشت خراب ہوجائے مثلاً کتابوں سے روایت کرتا تھا کتابیں گم ہوگئیں یا تلف ہوگئیں یا راوی نابینا ہوگیا یا قدرتی عوامل کی وجہ سے یاداشت میں کمی آگئی ایسے راوی کی حدیث کو مختلط کہتے ہیں۔ جب اس بات کا پتہ چل جائے کہ راوی نے یہ حدیث اختلاط سے

پہلے بیان کی تھی تو راوی کے ثقہ ہونے کی صورت میں ایسی حدیث مقبول ہے اور اگر اختلاط کے بعد کی روایت ہے تو مردود ہے اور اگر اس کا فیصلہ نہ ہو پائے کے اختلاط سے پہلے کی روایت ہے یا بعد کی تو اس پر توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ پتہ چل جائے۔

(شرح نزھة النظر مع نخبة الفکر ۹۰،۹۱)

مروی عنہ کے اعتبار سے خبر کی تقسیم:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نزھة النظر میں لکھتے ہیں اسناد یا تو نبی ﷺ پر صراحۃً یا حکماً ختم ہوں گیں یا صحابی و تابعی پر اوّل الذکر حدیث مرفوع ہے اور ثانی الذکر حدیث موقوف ہے اور ثالث الذکر حدیث مقطوع ہے۔

اسناد کی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسناد کی تعریف کرتے ہوئے لکھا۔**هو الطريق الموصلة الى المتن.**

(شرح نزھة النظر مع نخبة الفکر ۹۲)

(ترجمہ) وہ متن تک پہنچانے کا طریقہ ہے۔

اسناد کی اھمیت : عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔**الا سناد من الدين و لو لا الاسناد لقال من شاء و ماشاء .**

(مقدمة المسلم باب الاسناد من الدين ج۲ ص۱۲ معرفة علوم الحديث ص۶)

(ترجمہ) اسناد دین کا اہم جز ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو کوئی شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی انتہاءِ اسناد کے اعتبار سے حدیث کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

(۱) حدیث مرفوع (۲) حدیث موقوف (۳) حدیث مقطوع

لیکن ہم حدیث قدسی کو بھی اسی کے ساتھ ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔

حدیث قدسی : حدیث قدسی دراصل مرفوع حدیث ہے لیکن اس میں صحابی صرف حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ حضور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتا ہے۔

لغوی تعریف :قُدسِی قُدُسٌ سے مشتق ہے۔جس کے معنی پاکیزگی اور بے عیب ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف : ملاعلی قاری رحمہ اللہ علیہ مقدمۃ الاحادیث القدسیۃ میں اسی کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔ حدیث قدسی وہ ہے جسے راویوں کے صدر اور ثقہ حضرات کا ماخذ محمد ﷺ سے روایت کریں یہ کلام کبھی بواسط جبریل اور کبھی وحی الہام یا خواب کی صورت میں عطا ہو لیکن اسی مفہوم کی تعبیر کا اختیار آنحضرت ﷺ کو تفویض کیا گیا ہے کہ وہ جس نوع کلام میں چاہیں اسے ادا کریں۔

حدیث قدسی اور قرآن مجید کے درمیان فرق :

(۱) قرآن مجید کے ثبوت میں تواتر کی شرط لگائی جاتی ہے۔ جب کہ حدیث قدسی کے ثبوت میں تواتر کی شرط نہیں۔

(۲) قرآن مجید کے معنی اور لفظ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جب کہ حدیث قدسی کے معنی اللہ عزّ وجل کی جانب سے ہیں اور لفظ نبی اکرم ﷺ کی جانب سے ہیں۔

(۳) قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل مروی ہیں یعنی ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں۔ جب کہ حدیث قدسی میں ایسا نہیں۔

حدیث قدسی کی مثال ۔ **عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالى قال من عادلی ولیافقد اذنته بالحرب وماتقرب الیّ عبدی بشیئ أحب الی ممافترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتى احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لأعطینه ولئن استعاذ نی لا عیذنه .**

(بخاری کتاب الرقاق جلد۲ ص ۹۶۳)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے

ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

حدیث مرفوع:

لغوی تعریف: مَرْفُوْع رَفْعٌ سے ہے جس کے معنی اٹھانا اور آگے بڑھانا ہے۔ اس حدیث کا نام مرفوع اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی نسبت بلند اور رفیع مقام والے کی طرف ہوتی ہے جو کہ نبی کریم ﷺ ہیں۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزهة النظر میں مرفوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **وهو اما ان ينتهى الى النبى ﷺ ويقتضى لفظه اما تصريحا او حكما ان المنقول بذلك الاسناد من قول او من فعل او من تقريره**

(نزهة النظر مع شرحه لملاعلی قاری ص ۵۴۵)

(ترجمہ) مرفوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم ﷺ پر منتھی ہوتی ہے اور اس کے الفاظ تصریحاً یا حکماً یہ تقاضا کرتے ہیں کہ اس اسناد سے جو کچھ منقول ہے وہ حضور اکرم ﷺ کا قول فعل یا تقریر ہے۔

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں۔ **وهو ما اضيف الى رسول الله ﷺ خاصة ولا يقع مطلقة على غير ذلك ويدخل فى المرفوع المتصل و المنقطع والمرسل و نحوها** (مقدمة ابن الصلاح)

(ترجمہ) مرفوع وہ حدیث ہے جو خاص طور پر رسول اللہ (ﷺ) کی طرف منسوب کی جائے اس کے سوا کسی اور پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس میں متصل منقطع مرسل اور اس طرح کی تمام روایات داخل ہیں۔

حدیث مرفوع کی اولاً دو قسمیں ہیں۔

حدیث مرفوع صریح۔ حدیث مرفوع حکمی۔ پھر ان دونوں کی مزید تین تین قسمیں ہیں۔ اس لحاظ سے مرفوع حدیث کی چھ اقسام بنتی ہیں۔ (۱) مرفوع قولی صریح (۲) مرفوع فعلی صریح (۳) مرفوع تقریری صریح (۱) مرفوع قولی حکمی (۲) مرفوع فعلی حکمی (۳) مرفوع تقریری حکمی۔

مرفوع قولی صریح: مرفوع قولی صریح سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اس میں حضور اکرم ﷺ کا کوئی صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے حدثنا رسول اللہ ﷺ بکذا

(ترجمہ) ہم سے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان کیا۔ یا

سمعت رسول الله ﷺ يقول كذا۔

(ترجمہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

یا کوئی صحابی یا غیر صحابی یہ کہے قال رسول الله كذا.

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے ایسے فرمایا۔ یا

عن رسول الله ﷺ انه قال كذا۔

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے اس طرح فرمایا۔

مرفوع فعلی صریح: مرفوع فعلی صریح سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اور اس میں حضور اکرم ﷺ کا کوئی عمل صراحۃً نقل کیا گیا ہو جیسے صحابی کہے۔ رایت رسول الله فعل كذا.

(ترجمہ) یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا۔ یا صحابی و غیر صحابی کہے۔ كان رسول الله ﷺ يفعل كذا۔

(ترجمہ) یعنی رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔

مرفوع تقریری صریح: مرفوع تقریری صریح وہ حدیث ہے جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہنچے اور اس میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے کوئی کام ہونے کا ذکر ہو لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کام پر انکار نہ فرمایا یعنی آپ ﷺ نے اس کو مقرر رکھا رد نہ فرمایا۔ جیسے صحابی کہے۔ فعلت بحضرة النبی ﷺ كذا

(ترجمہ) میں نے حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایسا کیا۔ یا صحابی و غیر صحابی کہے۔

فعل فلان بحضرة النبی ﷺ كذا.

(ترجمہ) یعنی فلاں شخص نے حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں یہ کام کیا۔

مرفوع قولی حکمی: وہ حدیث کہ جس میں کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی خبر دے اور کوئی ایسی بات کہے جو نہ تو اسرائیلیات میں سے ہو نہ اس میں صحابی کے اجتہاد کا دخل ہو نہ

وہ بات حل لغات یا شرح غریب سے متعلق ہو مثلاً قرب قیامت کے فتنے یا احوال قیامت یا کسی کام کے مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کو بیان کیا جائے۔

مرفوع فعلی حکمی : حدیث مرفوع فعلی حکمی وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچی ہو اور اس میں صحابی کا کوئی ایسا کام نقل کیا گیا ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو صحابی کے اس عمل کو مرفوع کا درجہ دیا جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ یہ عمل آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق یا آپ ﷺ کے طریق سے ماخوذ ہوگا۔

مرفوع تقریری حکمی : مرفوع تقریری حکمی وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی تک پہنچے اور صحابی ارشاد فرمائیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسا کیا کرتے تھے یہ اس لئے حجت ہے کہ ان کے کاموں پر حضور اکرم ﷺ مطلع ہوتے تھے اور ویسے بھی صحابہ کرام علیہم رضوان ہر کام آپ ﷺ سے پوچھ کر کیا کرتے تھے اس لئے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائماً نہیں کر سکتے نیز زمانہ بھی نزول وحی کا تھا اس لئے اگر صحابہ کا کوئی عمل ناپسندیدہ ہوتا تو شریعت ضرور اس سلسلے میں کوئی ہدایت دیتی پس یہ حدیث مرفوع تقریری حکمی ہے اس کی مثال بخاری کی حدیث جس میں ابو سعید خدری اور جابر رضی اللہ عنہما نے عزل کے جواز پر اس طرح استدلال کیا کہ ان سے مروی ہے۔ کنا نعزل والقرآن ینزل ۔ یعنی ہم عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کہ اولین مہاجرین سبز عمامہ باندھا کرتے تھے۔

حدیث کی تدوین کی نوعیت کے اعتبار سے اقسام

(۱) **جامع** : وہ کتاب ہے جس میں آٹھ (۸) مضامین کے تحت احادیث لائی جائیں۔
(۱) عقائد (۲) سیر (۳) آداب (۴) فتن (۵) مناقب (۶) احکام (۷) تفسیر (۸) اشراط
صحاح ستہ میں سے بخاری اور ترمذی بالاتفاق جامع ہے۔ مسلم شریف میں اگرچہ یہ آٹھوں باتیں ہیں مگر تفسیر برائے نام ہے اس لئے یہ جامع نہیں۔

(۲) **صحیح** : جس کتاب کے مصنف نے صرف صحیح احادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا ہو۔ مثلاً الصحیح للبخاری اور الصحیح للمسلم۔

(۳) **مسند** : وہ کتاب ہے جس میں احادیث مبارکہ کو صحابہ اکرام علیہم رضوان کے ناموں کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہو یا وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ الگ جمع

کیا گیا ہو مثلاً مسند امام احمد بن حنبل اور مسند حُمیدی وغیرہ۔
(۴)**سنن** : وہ کتاب جس میں ابواب فقہ کی ترتیب سے احکام کے متعلق احادیث مبارکہ ہوں جیسے۔ سنن ابو داؤد ،سنن نسائی ابن ماجۃ وغیرہ۔
(۵)**معجم** : وہ کتاب جس میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم الطبرانی ۔
(٦)**رسالہ** : وہ کتاب جس میں جامع کے آٹھ مضامین میں سے کسی ایک مضمون کے تحت احادیث مبارکہ لائی جائیں۔
(۷)**مفرد** : وہ کتاب جس میں صرف ایک شیخ کی مرویات کو جمع کیا گیا ہو۔
(۸)**مستدرک** : وہ کتاب ہے جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرك علی الصحیحین وغیرہ۔
(۹)**اربعین** : وہ کتاب ہے جس میں چالیس (۴۰) احادیث ہوں جیسے امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اربعین نووی وغیرہ۔
(۱۰)**اطراف** : وہ کتاب جس میں حدیث کا کوئی ایسا حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرتا ہو پھر اس کی تمام سندوں کو یا مخصوص کتابوں کی سندوں کو جمع کر دیا جائے جیسے الکتب الخمسۃ لابی العباس اور اطراف المرذی وغیرہ۔
(۱۱)**امالی** : وہ کتاب ہے جس میں کسی شیخ کی لکھائی ہوئی احادیث ہوں جیسے امالی امام محمد وغیرہ۔
(۱۲)**مستخرج** : وہ کتاب جس میں کسی اور کتاب کی احادیث کے ثبوت کے لئے اس کتاب کے مصنف کے شیخ الشیخ کی دوسری سندوں کو ذکر کیا جائے جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری .
(۱۳)**موضوعات** : وہ کتاب جس میں موضوع احادیث کا ذکر کیا جائے جیسے ابن جوزی کی کتاب الموضوعات ملا علی قاری کی الموضوعات الکبریٰ وغیرہ۔
(۱۴)**علل** : وہ کتاب جس میں معلل احادیث ذکر کی جاتی ہیں جیسے امام احمد بن حنبل کی العلل و معرفۃ الرجال امام ترمذی کی کتاب العلل الکبیر اور انہی کی دوسری کتاب العلل الصغیر وغیرہ۔

موقوف:

لغوی تعریف: مَوْقُوْف وَقْفٌ سے ہے جس کے معنی ٹھہرنا یا چپ چاپ کھڑے ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ **او ینتهی غایة الا سناد الی الصحابی کذلک أی مثل ماتقدم فی کون اللفظ یقتضی التصریح بأن المنقول هو من قول الصحابی او من فعله او من تقریره ولا یجیئ فیه جمیع ماتقدم بل معظمه و الشبیه لا تشترط فیه المساواة من کل جهة**

(نخبة الفکر مع شرحه نخبة الفکر لملا علی قاری ص ٥٧٤)

(ترجمہ) موقوف یہ ہے کہ سلسلہ اسناد اسی طرح صحابی پر ختم ہو یعنی جس طرح پہلے کہا جاچکا ہے کہ الفاظ صریح ہوں اس طرح کہ منقول صحابی کا قول فعل یا تقریر ہے اس میں تمام سابقہ شرائط (مرفوع والی) تو نہیں آئیں گی لیکن گذشتہ بیان کا بڑا حصہ شامل ہوگا اور تشبیہ ہر جہت سے مساواۃ سے مشروط نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ کی تعریف سے یہ واضح ہوا کہ موقوف کی بھی تین قسمیں ہیں

(۱) حدیث موقوف قولی (۲) حدیث موقوف فعلی (۳) حدیث تقریری

یعنی ہر وہ قول فعل یا سکوت جس کی اضافت صحابی کی طرف ہو حدیث موقوف ہے۔

(۱)**حدیث موقوف قولی** : وہ ہے جس میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے ارشادات منقول ہوں جیسے حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا۔ **حدثوا الناس بما یعرفون اتریدون ان یکذّب الله و رسوله۔**

(بخاری ،مرقاۃ کتاب العلم ج ۱ ص ٤٧٨)

(ترجمہ) لوگوں کو وہ چیز بیان کرو جسے وہ سمجھ سکیں کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے۔

(۲)**حدیث موقوف فعلی**: وہ روایت ہے جس میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے کسی فعل کا ذکر موجود ہو جیسے بخاری کی روایت **امّ ابن عباس و هو متیمم**

(ترجمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تیمم کی حالت میں امامت کی۔

(بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم ج۱ ص ٤٩)

حدیث موقوف تقریری: وہ روایت ہے جس میں تابعی کا قول ہو کہ میں نے فلاں صحابی کے سامنے یہ کیا اور انہوں نے کوئی نکیر نہیں کی مثلاً یوں کہے۔ فعلت کذا امام احدا لصحابة و لم ینکر علی۔
(ترجمہ) میں نے ایک صحابی کے سامنے یوں کہا اور انہوں نے میری نکیر نہیں کی۔

حدیث مقطوع:

لغوی تعریف: مَقْطُوْعٌ قَطَعَ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ قطع وصل کی ضد ہے اور اس کے معنی کاٹنا یا جدا کرنا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر نزھہ النظر میں فرماتے ہیں۔ والثالث المقطوع وھو ماینتھی الی التابعی ومن دون التابعی من أتباع التابعین فمن بعد ھم فیه ای فی التسمیة مثلة ای مثل ماینتھی الی التابعی فی تسمیة جمیع ذلک مقطوعا. (شرح نزھة النظر مع نخبة الفکر ص ۱۰٤)
(ترجمہ) اور تیسری قسم مقطوع ہے اور وہ ایسی حدیث ہے جس کی سند تابعی یا اس کے نیچے تبع تابعی یا اس کے بعد کسی شخص پر ختم ہو جاتی ہے گویا تابعی تبع تابعی اور اس کے بعد کے شخص پر ختم ہونے والی تمام روایات مقطوع کہلائیں گی۔

مقطوع کی اقسام: حدیث مقطوع کی دو اقسام ہیں۔
(۱) مقطوع قولی (۲) مقطوع فعلی
مقبول اور مردود کے درمیان مشترک انواع۔

مسند:

لغوی تعریف: مُسْنَد اَسْنَدَ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی اس نے اسے منسوب کیا اور اضافت کی۔

اصطلاحی تعریف: اس کی اصطلاحی تعریف حافظ ابن حجر عسقلانی نزھه النظر میں یوں کرتے ہیں۔ ھو مرفوع صحابی بسند ظاھرہ الاتصال۔
(شرح النزھة النظر مع نخبة الفکر ص ۱۰۵)
(ترجمہ) یہ صحابی کی روایت کردہ وہ حدیث ہے جس کی سند بظاہر متصل ہو۔
اس کی تعریف کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گی

کیونکہ وہ مرسل ہے اسی طرح تبع تابعی یا اس کے نیچے درجے کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ معضل یا معلق ہے اور بظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بظاہر منقطع ہے اور جو حدیث حقیقۃً متصل ہو وہ اس میں بطریق اولیٰ داخل ہوگی اور بظاہر کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ انقطاع خفی مثلاً مدلس کی معنعن حدیث یا جن معاصر کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہیں وہ بھی مسند کی تعریف میں داخل ہوگئی کیونکہ ائمہ کا اس کے مسند ہونے پر اتفاق ہے۔

(شرح نزهة النظر مع نخبة الفكر ص ۱۰۵، ۱۰۶)

حدیث متصل:

لغوی تعریف : مُتَّصِل اِتَّصَلَ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ اِنْقَطَع کی ضد ہے اس کو موصول بھی کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: علامہ نووی اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ ویسمی الموصول، هوما اتصل اسناده مرفوعا كان أو موقوفا على من كان .

(ترجمہ) جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ حدیث مرفوع ہو یا کسی پر بھی موقوف ہو اس کو موصول کہتے ہیں۔ (تقريب النواوى مع شرحه تدريب الراوى ص ۱۱۵)

حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ تابعین کے اقوال جب ان کی اسناد متصل ہوں تو انہیں مطلقاً متصل کا نام نہیں دیا جا سکتا ہاں قید کے ساتھ جائز ہے جو کہ علماء کے کلام میں موجود ہے جیسا کہ ان کا کہنا ہے کہ یہ روایت سعید بن مسیب تک متصل ہے یا یہ امام زہری تک یا یہ امام مالک وغیرہ تک متصل ہے اس میں نکتہ اور باریک فرق یہ ہے کہ انکا نام مقاطیع رکھا جاتا ہے اور ان پر متصل کا عام اطلاق کرنا ایسے ہے جیسے ایک چیز کے لغوی اعتبار سے دو متضاد وصف بیان کئے جائیں۔

﴿تمّ الكتاب بعون الملك الوهاب﴾